جملہ حقوق محفوظ ہیں بلا اجازت کوئی نہ چھاپے

قال اللہ سبحانہ تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما

ہذہ العجالۃ من تصنیف

زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مولانا حضرت
خواجہ سید پیر مہر علیشاہ قدس سرہ

المسماۃ بہ

شمس الہدایۃ

فی اثبات

حیات المسیح

اس رسالہ میں آیۃ مذکورہ سے مرفوع ہونا مسیح علیہ السلام کا آسمان پر بجسدہ العنصری قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے جسمیں بغیر رفع جسمی کے اور کوئی احتمال نہیں بن سکتا اور استشہادات مرزا صاحب سے بطریق ادب جواب دئے گئے ہیں

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

حسب فرمائش حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی

۱۹۴۷

بار چہارم تعداد ۲۰۰۰

ہدیہ ایک روپیہ پچاس پیسے

(سول اینڈ ملٹری پریس راولپنڈی میں طبع ہوا)

۲۰۵۴۸۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعِتۡرَتِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَمَّا بَعۡدُ۔ حضرات ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آجکل مواد فطرت انسانی تعصّب کی ہواؤں اور جہالت کے بخارات سے متعفّن اور گندے ہو رہے ہیں اور ایسا ہی ہوتا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آگیا۔ استواء کا زمانہ جس سے خَیۡرُ الۡقُرُوۡنِ قَرۡنِیۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ حکایت ہے۔ دور رہ گیا۔ بسبب فقدان تقویٰ کے نہ تو اشراق نوری اور انشراح صدری ہے تاکہ وعدہ اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا کا متحقق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو۔ اور نہ لیاقت علمی جس کے ذریعہ سے مراد شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مطابق مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ کے درست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائر اسلام واوضاع صحابہ کرام ہیں۔ نفرت تصنع اور ناراستی وہوس بازی سے جواز قبیل کمالات تعلیم لندن ہیں۔ محبت۔ معہذا ابنائے زمان ہر دو فن مذکورۃ الصدر۔ یعنی اشراق نوری اور لیاقت علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتاء زمانہ اور متفرّد ہیں۔ گوکہ مکاشفات انبیاء عظام صلوٰت اللہ وسلامہٗ علیہم اجمعین میں بزعم ان کے غلطی فی الکشف یا فی التعبیر بھی واقع ہو۔ مگر ان حضرات کے معانیات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔ ایسا ہی علماء سلف شَکَرَ اللّٰہُ سَعۡیَھُمۡ کے اجتہادات اور اُمّت مرحومہ کا اجماع گوکہ لَنۡ تَجۡتَمِعَ اُمَّتِیۡ عَلَی الضَّلَالَۃِ بھی اُسکی شان میں وارد ہو تاہم یہ سب ان کے نزدیک ناداںوں کے خیالات اور کورانہ اجماع جن کو سوائے عرب

اونٹ چرانے والوں کے اَلْعِیَاذُ بِاللہِ کوئی فرقہ مہذبین یعنے تعلیم یافتگان لندن سے تسلیم نہ کرے۔
ص ۲۶۵ ازالہ اوہام۔ کوئی وجہ ان کی صحت کیلئے نہیں۔ اِلّا درصورتیکہ ان حضرات کی رائے اور استنباط
پر منطبق کئے جائیں۔ دیکھو ازالہ اوہام و ایام الصلح۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلعم
وَارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلعم۔ علماء زمان عرصہ سے اس ہیچمدان خوشہ چین علماء کرام کو بھی
ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفات مرزا صاحب مثل ازالہ اوہام و دافع الوساوس و ایام صلح
میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے۔ راقم الحروف ان کو لعن طعن سے بخیال اسکے کہ خلاف شعائر
اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ بھی رضی اللہ عنہم اجمعین روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت
یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیقت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام
کی جن کا اعتقاد مطابق سلف رض کے تھا ہونے لگی۔ تو اس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ
مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سنائے۔ گو کہ میں بھی ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور
محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آجکل کے دھوکھوں سے بچاؤں۔
مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی
اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کر سکا۔ لہٰذا یہ چند مضامین متعلق آیات رفع و احادیث
نزول محض حسبۃً للہ بغیر اسکے کہ محرک اسکا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو حسب
رائے ناقص کے لکھے گئے۔ تاکہ ابناء زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مراد ہیں آیات
اور احادیث سے ان کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو باستشہاد آیات و احادیث
ازالہ اوہام وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کھا کر عقیدۂ اجماعیہ اہل اسلام سے انحراف کیا بلکہ آیات
اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیویں۔ کیونکہ اصول ان کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان
لندن باقی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہاتھ ڈالیں گے
آجکل کے اردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں۔ ان بیچاروں کو جب مثلاً کہا جاتا ہے
کہ بتاؤ میاں آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اور ایسے ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ
الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے۔ اس میں موجود ہے یا نہیں۔ اور بعدہ توفی
کا تئیس ۲۳ جگہ قرآن کریم میں بمعنے موت ہی مستعمل ہے اور افقہ الناس عبداللہ ابن عباس رض نے بھی

ہدیہ تین روپے

Marfat.com

یہی معنے لیا بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالیٰ یٰعیسیٰ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی الخ تحقیق موت عیسیٰ بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا۔ اور آیت قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اور ایسے ہی فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور ایسے ہی احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقربین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیۃ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ کے ناممکن اور مستلزم ہے وقوع کذب کو آیۃ مذکورہ میں۔ ایک فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کیا بلکہ آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّكَ مَیِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ بتمامہا اور وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اور اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ اور فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ اور وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ اور كَانَا یَاْكُلَانِ الطَّعَامَ اور وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ٥ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ اور حدیث صحیح کما قال العبد الصالح اور حدیث صحیح لَا یَاْتِیْ مِائَةُ سَنَةٍ عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَةٌ الْیَوْمَ۔ یہ سب آیات اور احادیث صحیحہ باواز بلند موت ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دے رہی ہیں۔ علاوہ اسکے عقل انسانی۔ اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے۔ صعود اور نزول مسیح سے بعینہٖ بجسدہ العنصری منکر ہیں۔ احادیث نزول ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ منجملہ مکاشفات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اور کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرداگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے۔ بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جیسا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھا اور تعبیر اسکی وباء مدینہ طیبہ سے (زادہا اللہ شرفاً) فرمائی

معہذا تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ زادہا اللہ تکریماً جانا ہوگا۔ اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں تخصیص امسال کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات اور احادیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں۔ ماؤل ٹھہرانے پر احادیث نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے کیا معنے احادیث نزول سے مراد ظہور اس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا جیسا کہ مراد ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحیٰی کا بشہادت مسیح ابن مریم کے تھا۔ وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے۔ میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔ کیونکہ الہام منجملہ براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے ہے فتوحات مکیہ اور میزان عبدالوہاب شعرانی وغیرہ۔ بعد استماع اسکے بالضرور اُردو خوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جسکی بناء کی تنقید اور تخصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً و کرہاً مسلم اور قبول کریگا۔ نہ کرے تو کیا کرے۔ قرآن اور حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہذا یہ خزف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ اور امی پیٹے پاٹے ہوئے راستہ پر چلیں جو مراد ہے اس حدیث سے۔ لَن تَضِلُّوا بَعدِی مَا تَمَسَّکتُم بِأَمرَینِ کِتَابَ اللہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہِ (موطا امام مالک) اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے اُن مشائخ عظام کو جن کے ساتھ یہ بے ہیچ بھی اَلحُبُّ فِی اللہِ کا تعلق رکھتا ہے باواز بلند اپنی تالیفات میں القاب مکروہہ سے پکارتے رہے تھے۔ اس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اُس جرأت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا۔ مگر تاہم بخیال اسکے کہ الحمدللہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین ہنود اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے۔ گو کہ ہم کو برا ہی کہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ بعض طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکتا ہی جاتا ہے۔ ہم تو خود قائل ہیں۔ بیت

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو برون در چہ کردی کہ درون در آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس وجہ سے

Marfat.com

نہ تھی کہ اُسکے سننے کو ہم مکروہ اور موذی نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ موجب اسکا اتباع مشائخ عظام ہی تھا جو فی الحقیقت اتباع ہے سیدالاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن سائرالمشائخ کا مقولہ ہے۔ **بیت**

آنہا کہ بجائے من بدیہا کردند
گردست رسد بجز نکوئی نکنم

مرزا صاحب ایام الصلح کے صـ۱۳۲ میں لکھتے ہیں۔ "اس وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد لاف برابری من زند من آشکار میگویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے میباشند کہ گردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت برمے فرازند۔ وطائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند وگروہے اند کہ دم بلند از خداشناسی زنند وخود را چشتی وقادری ونقشبندی وسہروردی وچہا چہا گویند۔ این جملہ طوائف را نزد من بیارید" الخ

آپ نے بجا فرمایا۔ وہ لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خداشناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی اُن سے ظاہر ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالے ایسی لافوں سے بچا دے۔ اور فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اور بلی عبدنا خضر کی طرف توجہ دلائیے۔ بیت

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

بخدائے لایزال ولم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوس مطہرہ سے صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی رنگت اور کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ کا تماشا دکھلاتے تھے۔ مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور ہوش در دم سے گردن اٹھا کر کسی طرح کا دعویٰ یا لاف زنی کریں۔ اس گستاخی کے بعد معروض خدمت ہے کہ طالب عرفان کو خصوصیت چہا وچہا سے کیا غرض حصول مطلب چاہیئے جس سے ہو۔ آپ ہی معنے کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان ہے فان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرما دیویں۔ محاورہ قرآن کریم میں لفظ اِلٰہ کا درحالت اتصاف بالوحدۃ مثل اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کے۔ اور ایسا ہی وقت اضافت کے موحدین کی طرف مثل اِلٰـھُکُمْ

وَ اِلٰهَ اٰبَائِكُمْ مراد اس سے معبود حقیقی ہوتا ہے۔ اور وقت استغراق کے مثل وَمَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ
اور جمعیت کی مثل لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کیطرف
مراد اس سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ بناءً علیہ لفظ الٰہ جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں
واقع ہے مراد اس سے الٰہ ممکنہ ہوں گے۔ اور نیز تقریب بھی ایسی صورت میں تام ہوتی ہے۔
کیونکہ براہین خمسہ میں مراد الٰہ سے اصنام ہی ہیں۔ مثلاً لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا
بعد تعیین ارادہ اصنام کے الٰہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع
کذب کو۔ (العیاذ باللہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے۔ کیونکہ اس وقت معنے یہ ہوگا کہ کوئی
فرد افراد معبودات ممکنہ سے یعنی اصنام وکواکب وغیرہ۔ ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلاء
صفاتی بعضہا علی بعض۔ جیسا کہ منافی للوجوب بر تقدیر وحدت وجوب نہیں ایسا ہی بر تقدیر
تعدد بھی نہ ہوگا۔ بناءً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوع
یا محمول سے بھی کیا جائے تو مستلزم لَمَا كَانَتَا یا لَفَسَدَتَا کو نہیں ہو سکتا۔ اور ازلیت امکان چونکہ
مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادۂ وجوب میں۔ لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے فرد سالبہ
کلیہ کی یعنی لا الٰہ موجود بالضرورۃ کی۔ (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق
زعمی کی مستلزم ہے وقوع کذب کو مدعیٰ میں۔ اور ارادہ استحقاق واقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو
اس تقریر سے ناظرین کی پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور
میں مفید نہیں۔ جواب اس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعادق فیما
بین الذوات اور تعادق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہوگا۔ جیسا کہ
وجوب بالذات اور بالغیر میں۔ کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذات واجبہ سے فی مرتبۃ من المراتب
ایسی گفتگو کہ جس سے خودنمائی کی بو آئے۔ شان عبدویت اور وضع مہدویت کو ہرگز شایاں نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کیطرف
جسکو آجکل برا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب بر خلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہٰذا کے اپنے
مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرامؓ بالاسناد مذکور ہوں
اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے کے مدعیٰ کو ثابت کرے

Marfat.com

جس کو علماء ثقات فصحا و بلغا قبول فرمائیں۔ نہ کہ مثل ازالہ اور ایام صلح وغیرہ کے جنکی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَفْرِجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صلعم اَغْفِرْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صلعم۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی الْمَظْھَرِ الْاَتَمِّ لِاَسْمَائِکَ الْاَعْظَمِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِنَا اَبِی الْقَاسِمِ صلعم وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

سوال۔ کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام کا دربارہ مرفوع ہونے یعنے اٹھائے جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر **جواب**۔ کافۂ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں۔ الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

سوال۔ یہ عقیدہ محض اجماع کو لازم اور لاتعقل لکہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے **جواب**۔ آیۂ کریمہ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ نص صریح ہے رفع جسمی میں **سوال**۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے رفع روحانی مراد ہے بشہادۃ محاورہ قرآنیہ یٰۤاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً **جواب** کلمہ بل آیۃ مذکورہ میں جسکا ترجمہ "بلکہ" ہوتا ہے ابطال ماقبل کیلئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو جو عیسیٰ بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے۔

فائدہ جلیلہ قولہ تعالیٰ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ منجملہ اقسام قصر قصر موصوف علی الصفت کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کیلئے ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کیلئے کریگا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دیگا۔ اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو بر حال خود رکھیگا اور ضد اس حکم کی مابعد کیلئے ثابت کریگا۔ جیسے قام زید بل عمرو اور لم تقم بکر بل خالد۔ پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کیلئے ہوگا نہ زید کیلئے کیونکہ عمرو بل کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اسکے قام زید مقولہ غلطی پر مبنی ہے۔ اور دوسری مثال لم تقم بکر میں طلب قیام خالد سے ہے نہ بکر سے وغیرہ۔ اور نفی نہی کی صورت میں ماقبل کیلئے حکم نفی کا بحال رہیگا اور مابعد کیلئے اثبات کا جیسے

جیسے لم اکن فی مربعہ بل بیتھا۔ لا تضرب زیدًا بل عمروًا۔ اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو
ابطال جملہ اولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ کیلئے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بل عباد مکرمون یا انتقال من غرض الی غرض آخر
پر دال ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بل دونوں صورتوں یعنی مفرد و
جملہ میں عطف کیلئے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق۔ اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اسکا مختص بالمفرد ہی ہے
یعنی جس صورت میں کہ بعد اسکے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا بنا بر مشہور بل مشترک ٹھہرا
عطف اور ابتداء میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک
کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنے وضعی اور اسکے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا
افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو انکو دھوکھا اشتراک لفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے
بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آجکل اردو خوانوں کو لفظ توفی
میں دھوکھا لگا ہوا ہے۔ بیان اسکا عنقریب آئیگا۔ کلمہ بل کا موضوع لہ فقط اعراض ہے۔ پہلے
کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اسکی۔ علیٰ ہذا القیاس ابطال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے۔ یہ سب انواع
ہیں اعراض کے نئے جو معنے وضعی ہے (بحر العلوم مسلم الثبوت) الغرض کلمہ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیۃ مذکورہ
میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ اپنے قتلوہ کے لئے۔ اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جسمیں
متکلم پہ واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے۔ کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب
کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر
بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ میں یہود کا افراد دو وجہ سے تھا ایک مسیح
کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا۔ دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا یعنی انا قتلنا سے تعبیر تاکیدی کرنا
وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وما قتلوہ وما صلبوہ سے رد کیا۔ دوسرے کو وما قتلوہ یقینا بل رفعہ
اللہ الیہ سے۔ اب اگر بل رفعہ اللہ الیہ کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا صاحب
ورافعک الیّ میں فرماتے ہیں تو مقتضائے قصر قلب کے چاہیئے کہ مابعد بل یعنی اعزاز اور ماقبل اسکا
یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے خلفاء اعلیٰ درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے
قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری
وصف کیلئے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد بر عکس ماذکرہ المتکلم کے متصور ہو۔

Marfat.com

اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصۂ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفاہ اللہ و رفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اُسکے سے ہیں خلل واقع ہوگا متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضا مقام میں یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے جسکا معنے بحسب التبادر مخالف ہو معنے مراد سے۔ کیونکہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے تحقیق رفع در وقت واقعہ صلیب یا قبل اُسکے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ جو بعد اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کے واقع ہے۔ اور ارادہ موت طبعی کا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے مع زعم تحقق اُسکے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ باللہ لانتفاء المحکی عنہ) بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں۔ لہٰذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف سے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) رفع جسمی کو آیۃ ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنے میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے اُن آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ الخ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی آیۃ قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنے موت کے تَوَفَّيْتَنِيْ سے اور مُتَوَفِّيْكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے اور یہی آیت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ میں حیاً ملحوظ نہیں ہے۔ اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے معنے غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ الخ میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کی۔ اور یہی آیۃ بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے + ھٰذہ الآیۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا لکل سوال تبرعاً۔

محاورہ قرآن کریم اور عرف بغیر تخصیص بلغۃ دون لغۃ اس پر شاہد ہیں وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ولدیت اور عبودیت متنافی ہیں تحقق میں۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد ہیں مثلاً۔ "زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اُس کو عزت دی"۔ "عمر کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ مارنا اور عزت دینی ایسا ہی

بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔ بعد تمہید ہذا آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بھی حسب مقتضی کلمہ بَلْ مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اُٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیئے۔ او ظاہر ہے کہ مابین[1] مارے جانے اور اُٹھائے جانے روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں۔ مقربین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے اُن کی ارواح بھی عالم علوی کو اُٹھائی جاتی ہیں۔ اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑیگا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے۔ اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ میں مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا۔ اور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ وامان اُٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہوسکتے۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ رَفَعَهُ اللّٰهُ میں رَفَعَ جو صیغہ ماضی ہے اسکی ماضویت کسکی نسبت ہے۔ اسکا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بَلْ کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے۔ وہ کیا۔ قَتَلُوْهُ۔ اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو بَلْ جَآءَهُمْ

---

[1] قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یا تو کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ کے لئے سوائے نبوت کے۔ اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفّی یعنی یا عیسٰے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ فقط لفظ متوفیک اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا اس تقریر پر اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر بلحاظ اسکے کہ ماضویت توفّی اور رفع کی بل توفّاہُ اللّٰہُ ورفعہُ اللّٰہُ الیہ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بَلْ کے ہوتی ہے چاہیئے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل وصلیب زعمی متحقق ہو۔ حالانکہ کوئی مؤرخ نہ اسلامی اور نہ غیر اسلامی اسکی شہادت نہیں دیتا۔ بلکہ ابن عباس اور سائر اہل اسلام قاطبۃً الی یومنا ہذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں۔ تفسیر نقلی صحابی کی چونکہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے۔ بناءً علیہ ہر مسلمان کیلئے واجب التسلیم اور ضروری القبول ہوگی کیسے نہ ہو رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب کا مضمون جو اثر ابن عباسؓ میں عنقریب آئیگا نہ تو معتقد یہود اور نصاریٰ کا تھا تا کہ احتمال روایت ابن عباسؓ کا اہل کتاب سے ہو اور نہ خود ابن عباسؓ اس مضمون کو اپنے اختراع سے پیدا کرسکتے ہیں لہٰذا یہی ماننا پڑیگا کہ بالضرور ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے۔ اور مؤرخ غیر اسلامی یعنی یہود ونصاریٰ موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں۔ اور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں۔ حسب زعم ان کے بَلْ اَلْقٰی حَیًّا ثُمَّ تَوَفَّیْهُ اللّٰهُ وَرَفَعَهُ اِلَیْهِ چاہیئے تھا۔ الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی۔ وجہ سے وقوع کذب کو۔ العیاذ باللہ۔ آیت مذکور میں بعد بطلان احتمالات مذکورہ الصدر کے یہی متعین ہوا کہ مراد رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع جسمی ہے اور توفّاہُ اللّٰہُ سے جو قبل از رَفَعَهُ اللّٰهُ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنے قَبَضَهُ اللّٰهُ کا۔ آیت مذکور جیسا کہ نص ہے ابطال افراد یہود اور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ معنے موت کے لئے مُتَوَفِّیْکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے اور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔ آیۃ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں بر تقدیر ارادہ معنے موت کے مُتَوَفِّیْکَ سے۔ باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفّی کا قرآن کریم میں فقط معنے موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں اور بودوں کا خیال ہے۔ اس کی تحقیق عنقریب آئیگی۔ انشاء اللہ۔ ۱۲

بالحق لانا آیات قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا۔ بعد ازاں نسبت جنون کی کفار نے آپ کی طرف کی۔ اب
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے یعنی پہلے جسم
مسیح بحفظ وامان آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ بعد ازاں یہود نے اُن کی شبیہ کو قتل کیا۔ اور بَلْ رَّفَعَهُ
اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس یٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ پر کرنا بیجا ہے۔ کیونکہ اس میں خطاب نفس کی طرف
ہے نہ جسم مع الروح کو۔ بخلاف بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے۔ کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا۔ یعنی رفع
میں جو ضمیر ہے وہ ہی مرجع ہے جو ما قبل اسکے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح
یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اُس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے کلام
کے حقیقت یا مجاز ہونے میں۔ ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنے مراد میں جب اصل واقعہ
اعتقاد آیا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اسی کلام کو بعینہٖ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے
جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے۔ مثلاً اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ یعنے موسم ربیع نے ترکاری
اُگائی۔ جس حالت میں کہ قائل اس کا مومن ہو مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما ہو لہٗ عند المتکلم۔ اور یہی
قول حقیقت کی امثلہ میں شمار کیا جائیگا جبکہ قائل اسکا جاہل ہو یعنی وہ شخص جسکے اعتقاد میں فی الواقع
اُگانے والی موسم ربیع ہے۔ کیونکہ حسب اعتقاد اسکے اسناد فعل کی الی ما ہو لہٗ اس کلام میں واقع ہے
اقسام اس بحث کے بہت ہیں۔ ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کی جاتی ہے
ایسے کشف فلان عن ساقہٖ۔ فلانے نے اپنی پنڈلی سے پردہ اُٹھایا۔ جس حالت میں کہ فلانے
نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا۔ یہ کلام حقیقت
ہوگی۔ یعنے لفظ کشف اور ساق اپنے اپنے معنے حقیقی میں مستعمل ہونگے۔ اور درحالتیکہ فلانے نے
پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا۔ بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصروف ہو رہا ہے۔ اُسوقت یہی کلام کشف
فلان عن ساقہٖ کنایہ ہوگی۔ مستعد ہونے سے اس کام پر۔ اب اگر کوئی ظاہر بین اردو خوان
نام کا مولوی کسی کتاب میں دوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنے کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ
لکھا ہوا دیکھکر منحصر ہونا اس کلام کا معنے استعدادی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشا اسکا بجز
جہالت کے اور کیا ہے۔ لفظ رفع کا صلہ جب الیٰ واقعہ ہو تو بہرحال اُسکو اسی معنے میں یعنی کسی کو کسی کے
ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا۔ منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ جسکو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے

ہے جو بیان کر چکا ہوں۔ یعنی جہالت ہے۔ حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے فرفعہٗ الی یدہٖ ۔ ای رفعہ الی غایۃ طول ید لیراہ الناس فیفطروں (مجمع البحار) رفع جسمی ہیں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے الیا ہی یرفع الحدیث الی عثمان اور یرفعہ الی النبی صلعم۔ اور ایسا ہی یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار۔ ای الی خزانتہ لیضبط الی یوم الجزاء (مجمع البحار) ان سب میں یہی محاورہ اُٹھ لینے چیز میں بعینہ جوہر ہو یا عرض مدخول الیٰ کی طرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ ما نحن فیہ میں جب اثر صحیح ابن عباس رضؓ وغیرہ کا درباره مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نص بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی جو کئی وجوہ سے شہادت رفع جسمی مسیح پر دینی عنقریب بیان ہونگے۔ تو پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا در خطا ہے۔ ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی۔ انہوں نے تو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الیٰ کے۔ معنے رفع منزلت اور عملو قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنے مذکور میں استعمال ہوتا ہے یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنے کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ الیٰ ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا۔ اگرچہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنے رفع جسمی کا بعبارت مذکورہ بھی ہو۔ کشف عن الساق کو جو کنایہ[له] بحسب محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں اسکا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔ الغرض صلہ الیٰ قرینہ صارفہ ارادہ معنے رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنے رفع منزلت کے لئے ہر وقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا۔ مگر اُسی صورت میں کہ صلہ اسکا کلمہ الیٰ واقع ہو نہ بالعکس۔ یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اسکا الیٰ ہو اُس جگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا۔ مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں تباین کلی اور منافاۃ فی التحقق سمجھ لی۔ حالانکہ ما نحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولیٰ اور بالاحسن معلوم ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اور اُن کے مخلصین کا دھوکھا کھانا معلوم ہو سکتا ہے۔ القول الجمیل تصدیق المثیل کے ص۵۹ و ۶۰ کو ملاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سما جسکا معنے آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح کے نہیں آیا یعنی رفعہ اللہ الی السماء اور ینزل من السماء۔ بھلا حسب منشا یہ تو

[له] معنے کنائی حقیقی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے نہ مجازی۔ ۱۲ مطول۔

Marfat.com

فرمائیے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ جسکا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہونا ہے۔ رفع روحانی ہی سہی کس طرح متحقق ہوگا۔ اور ایسا ہی اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ پنے رب کی طرف رجوع نفس کی کیا صورت ہوگی۔ اور اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ یں چڑھ جانا کلمات طیبہ اور عمل صالح کا مرفوع ہونا خدا کی طرف کیسے ہوگا۔ یہی تو فرماویں گے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا اس کی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے عباد مکرمین کا قرارگاہ ان کی بنائی جائے۔ نہ کہ سوائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر رکھدیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی لفظ اِلَیْهِ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللہ اور رفع علی السماء۔ ایسا ہی رجوع الی الرب اور صعود علی السماء متصادق فی المعنے ہیں۔ احادیث میں تو صراحۃً بھی آگیا ہے۔ رسالہ ہذا میں عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آیۂ مذکورہ یعنی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ جیسا کہ اثبات رفع جسمی مسیح اور ابطال افتراء یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الخ کہتے تھے۔ اور تردید عقیدۂ نصاریٰ باتباع یہود فرما رہی ہے۔ ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اور مرزائیہ کی بشہادت سیاق و آثار صحابہ و احادیث صحیحہ کر رہی ہے۔ احادیث صحیحہ کے نام لینے میں میں بھول گیا ہوں۔ حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں کیونکہ انکے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے۔ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کالانعام سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی۔ ناچار مخاطبین حسب لیاقت اپنی کے یہی بول اٹھتے ہیں کہ خدا کی کلام اور بندہ کی کلام میں اتنا فرق ہے جس قدر کہ دونوں متکلموں کا آپسمیں یعنی خدائے عزوجل اور بندہ میں۔ خدا خدا۔ اور بندہ بندہ۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ اجی حضرت! آپ سوال تقدیم و تاخیر من حیث العظمۃ والمنزلت سے فرماتے ہیں یا من حیث التفصیل والبیان سے۔ اگر من حیث العظمۃ ہے تو سب اہل اسلام کلام الٰہی کو زائد العظمۃ مانتے ہیں۔ لہٰذا نماز کا رکن کلام الٰہی ہو سکتی ہے نہ حدیث۔ اور اگر بجہت التفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے۔ کیا معنے کہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف ہمارے اذہان میں آئیگا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنی نہایت ضروری ہے۔ اُس رحمۃ للعٰلمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکیم مطلق

Marfat.com

لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ نے اسی لئے برزخ مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کی پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مُنہ مبارک سے بمعہ تشریح سُن لیویں کیونکہ جیساکہ قولہٗ تعالیٰ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا۔ اور وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ اور وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ اور حدیث شریف اَلَآ اِنِّیْٓ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ۔ یعنی اَلسُّنَّۃَ اسی برزخ سے مخصوص ہے۔ ایساہی ذمہ واری اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اُسی کو شایان ہے فسبحان من خلقہٗ واجملہ وَاَکْمَلَہٗ وَعَلَّمَہٗ وَاَدَّبَہٗ فَاَحْسَنَ تَادِیْبَہٗ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنے صلیب پر چڑھلانے کے یہود اور نصاریٰ کیطرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مرجانے میں باہم مختلف ہیں (یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اُتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سرینگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح صفحہ ۱۱۲۔ اس کا ابطال رَفَعَہُ اللّٰہُ کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بَلْ یعنی مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کے ثابت کی گئی ہے اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہوں۔ بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ مراد ماقبل بَلْ سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منفی ہونے اُسکے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہوگیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلَبُوْہُ کے معنے میں جو ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دہوکھا ہوا۔ کہتے ہیں مَا صَلَبُوْہُ یعنے یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ سے صفحہ ۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی صفحہ ۱۹ فتامل۔ ایساہی استشہاد میں معنے مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے وَالْعِظَامَ اِسْتَخْرَجَ وَدَکَهَا۔ اور اس حدیث کے لَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ اَتَاہُ اَصْحَابُ الصُّلُبِ بسکون اللام وضمہا وفتحہا اے الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکہا ویأتدمون بہ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اسکے کہ شوربا بغیر اس کے

نہیں بن سکتا۔ صلب کا معنے قرار دیا جائے تو چاہیئے کہ موت طبعی اُس جانور کی یا ذبح اُسکا بھی مدلول اُسکا ٹھہرایا جائے۔ اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنے مذکور سمجھا گیا کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صُلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑھانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو اُسکو لازم رفع جسمی سے ٹھہرا رہی ہیں ان سب کو سلام کہکر روایات اناجیل سے کام لیا۔ بعد ازاں وقوعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔ ابطال اس مذہب خانہ زاد کا آیہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے بشہادت کلمہ بل **ایک وجہ** سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔ **دوسری وجہ** بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع ہیں مَا قَتَلُوهُ اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں۔ مَا قَتَلُوهُ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بھی نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا۔ نہ فقط روح۔ **تیسری وجہ** بطلان کی یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سلک جرائم یہود میں فقط افتراء اور بہتان اُنکا ذکر فرماتا ہے یعنی وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ فرمایا۔ اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا۔ یعنی وَقَتَلَهُمُ الْمَسِيحَ عیسے ابن مریم رسول اللہ وصلبہم نہیں فرمایا۔ صلیب پر چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مار پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب غضب الٰہی ہے بہ نسبت اسکے کہ فقط افترا یا جھوٹ بولدیا ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے قتل کرنیکا کیا تھا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں۔ مسیح کو تو ہم نے اُٹھا لیا اور اسکی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کرا دیا۔ یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسول منجانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کرکے مار ڈالا۔ مگر یہود اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے۔ اور نصاریٰ بھی باتباع یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل ہوئے بغیر اُن چند حواریوں کے جو اس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء ہوئے موجود تھے۔ القصہ اللہ جلشانہٗ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلعم کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ

Marfat.com

اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مفتری ہیں اور یقینی طور پر اِنَّا قَتَلْنَا نہیں کہتے۔ بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں۔ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا۔ بلکہ اُسکے شبیہہ کو۔ اور مسیح کو تو ہم نے ان کی ایذا سے بچانے کیلئے آسمان پر اُٹھا لیا۔ اسکے بعد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا یعنے یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کسطرح جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے با عزت اور با غلبہ اور ہم اس رفع جسمی پر غالب ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں۔ حَكِيْمًا یعنی ہم با حکمت ہیں۔ کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس مسیح کے اُٹھانے اور بقیہ ایام حیوۃ پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔ وہ کیا؟ ان کو ہم اپنے حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی صلعم کے خدام اور خلفاء سے بنائینگے۔ کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دعاہائے سحری مانگا ہوا ہے۔ گو کہ ہم زمین میں بھی اُس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذا یہود سے قادر ہیں۔ مگر ہماری حکمت کا مقتضٰے یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اُسکے کے کیا جائے۔ نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اسکے اسباب فطرتی کے تھا۔ اور تشبہ بالملائکہ ممتاز طریق پر اسکو حاصل تھا۔ لہذا آسمان پر رہنا اسکا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں۔ یہانتک تو حاصل ہے اس آیت کریمہ کا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا قال ابن ابی حاتم حدثنا

احمد بن سنان حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰہ ان یرفع عیسٰے الی السماء خرج علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین۔ یعنی فخرج علیہم من عین فی البیت ورأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرۃ بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیہ شبہی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال لہ اجلس ثم اعاد علیہم فقام ذلک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیہم فقام ذلک الشاب فقال انا فقال ھو انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسٰے ورفع عیسٰے من روزنۃ فی البیت الی السماء قال و

Marfat.com

جاء الطلب من الیھود فاخذ وا الشبه فقتلوہ ثم صلبوہ فکفر بہ بعضھم اثنی عشر مرۃ بعد ان امن بہ وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقۃ کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السماء وھؤلاء الیعقوبیۃ۔ وقالت فرقۃ کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء النسطوریۃ۔ وقالت فرقۃ کان فینا عبد اللہ ورسولہ ماشاء اللہ ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء المسلمون۔ فتظاھرت الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامسا حتی بعث اللہ محمدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ وکذا ذکر غیر واحد من السلف انہ قال لھم ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی وھو رفیقی فی الجنۃ (انتہی تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ۔ فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خداوند کریم نے عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام مکان میں جو چشمہ تھا اُس سے باہر نکلکر اُس حال میں کہ آپکے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ بیشک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانیکے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور میری جگہ وہ مقتول ہو اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ کہ میں ہوں یارسول اللہ۔ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اُس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اُسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وُہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈالی گئی اور عیسےٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اُس شبیہ کو پکڑا اور اُسی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض اشخاص بارہ مرتبہ عیسےٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔ اور اسکے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدا رہا جبتک چاہا۔ پھر آسمان کیطرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا جبتک چاہا ہم میں رہا۔ بعدہٗ خداوند کریم نے اُسکو اُٹھالیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اسکا رسول ہمارے گروہ میں رہا جبتک خداوند کریم نے چاہا۔ پھر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا۔ اس گروہ کو مسلمان کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقۂ مسلمہ پر غالب آئے اور اُسکو قتل کر ڈالا۔ پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کیطرف اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا بہتیروں علماء سلف نے اس امر کو کہ فرمایا عیسےٰ علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے شباہت میری اور قتل کیا جائے میری جگہ وہ رفیق میرا ہو گا جنت میں۔ انتہیٰ۔

ایضاً اخراج کیا اس اثر کو عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاهد فی قوله تعالیٰ شُبِّهَ لَهُمْ۔ قال صلبوا رجلاً غیر عیسےٰ شبهوه یحسبونه ایاه ورفع الله الیه عیسےٰ حیاً۔ ترجمہ۔ فرمایا مجاہد نے صلیب یعنے دار پر چڑھایا یہود نے شبیہہ عیسےٰ علیہ السلام کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اُس شبیہہ کو مسیح اور اُٹھالیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر۔ واخرج عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادة وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الخ قال اُولٰئِكَ اعداء الله الیهود افتخروا بقتل عیسےٰ وزعموا انهم قتلوه وصلبوه وذکر لنا انه قال لاصحابه ایکم یقذف علیه شبهی فانه مقتول قال رجل من اصحابه انا یا نبی الله فقتل ذلك الرجل ومنع الله نبیه ورفعه الیه (درمنثور) فرمایا قتادہ تابعی جلیل نے یہود جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسےٰ علیہ السلام کے۔ فرماتے ہیں قتادہ یہ گمان غلط ہے اسلئے کہ پہنچی ہے ہم کو یہ بات کہ فرمایا عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو۔ کون ہے تم میں سے جس پر شباہت میری ڈالی جائے اور قتل کیا جائے۔ عرض کی ایک نے میں ہوں اے رسول اللہ کے۔ پس قتل کیا گیا وہ شخص اور باز رکھا اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اُٹھالیا اللہ نے اُنکو زندہ آسمان پر۔ واخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسےٰ وتسعة عشر رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسےٰ لاصحابه من یاخذ صورتی فیقتل وله الجنة فاخذ ها رجل منهم وصعد بعیسےٰ الی السماء فذلك قوله وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ترجمہ۔ اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے۔ فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسےٰ

Marfat.com

علیہ السلام کا بمعہ حواریوں کے بیچ ایک مکان کے۔ پس فرمایا عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے بجائے میرے اور واسطے اُسکے جنت ہو پس قبول کیا ان میں سے ایک نے اور اُٹھائے گئے علیہ السلام طرف آسمان کی۔ یہی ہے مضمون خداوند کریم کے قول وَمَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ٥ کا۔ واخرج ابن جریر عن ابی مالک وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال ذٰلک عند نزول عیسےٰ ابن مریم لا یبقی احد من اھل الکتٰب الا اٰمن بہٖ اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول خداوند کریم وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کے۔ فرمایا اُنہوں نے یہ نزدیک نزول عیسےٰ ابن مریم کے یعنی اُس زمانہ میں جو اہل کتاب ہوگا۔ ایمان لائے گا ساتھ عیسےٰ علیہ السلام کے۔

واخرج عبد ابن حمید وابن المنذر عن شہر ابن حوشب فی قولہٖ وَاِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ عن محمد بن علی بن ابی طالب ھو ابن الحنفیۃ قال لیس من اھل الکتٰب احد الا اتتہ الملٰئکۃ یضربون وجھہٗ ودبرہٗ ثم یقال یا عدو اللّٰہ ان عیسےٰ روح اللّٰہ وکلمتہ کذبت علی اللّٰہ وزعمت انہ اللّٰہ۔ ان عیسےٰ لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا اٰمن بہٖ۔

ترجمہ۔ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے بیچ تفسیر آیہ مذکورہ کے۔ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ مارینگے اور کہینگے کہ جھوٹ بولا تمنے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسےٰ علیہ السلام روح اور کلمہ خدا کا ہے اور عیسےٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ اُٹھائے گئے آسمان پر پھر نازل ہونگے پہلے قیامت کے پس کل اہل کتاب ایمان لائینگے ساتھ عیسےٰ علیہ السلام کے۔ وکان من خبر الیھود علیھم لعائن اللّٰہ وسخطہ وغضبہ وعقابہ انہ لما بعث اللّٰہ عیسےٰ ابن مریم بالبینات والھدیٰ حسدوہ علی ما اٰتاہ اللّٰہ تعالےٰ من النبوۃ والمعجزات الباھرات التی کان یبرء بھا الاکمہ والابرص ویحی الموتیٰ باذن اللّٰہ ویصور من الطین طائرا ثم ینفخ فیہ فیکون طائرا یشاھد طیرانہ باذن اللّٰہ عز وجل الی غیر ذٰلک من المعجزات التی اکرمہ اللّٰہ بھا واجراھا علی یدیہ ومع ھذا کذبوہ وخالفوہ وسعوا فی اذائہ بکل ما امکنھم حتی جعل نبی اللّٰہ عیسےٰ علیہ السلام لا یساکنھم فی بلدۃ بل یکثر السیاحۃ ھو وامہ علیھما السلام ثم لم یقنعھم ذٰلک حتی سعوا الی ملک دمشق فی ذٰلک الزمان وکان

رجلا مشركا من عبدة الكواكب وكان يقال لاهل ملته اليونان وانهوا اليه ان فی بیت المقدس رجلا یفتن الناس ویضلهم ویفسد علی الملک رعایاه فغضب الملک من هذا وکتب الی نائبه بالقدس ان یحتاط علی هذا المذکور وان یصلبه ویضع الشوک علی رأسه ویکف اذاه عن الناس فلما وصل الکتاب متثل والی بیت المقدس ذلک وذهب هو وطائفة من الیهود الی المنزل الذی فیه عیسی علیه السلام وهو فی جماعة من اصحابه اثنی عشر او ثلاثة عشر وقیل سبعة عشر نفرا وکان ذلک یوم الجمعة بعد العصر لیلة السبت فحصروه هنالک فلما احس بهم وانه لا محالة من دخولهم علیه او خروجه الیهم قال لاصحابه ایکم یلقی علیه شبهی وهو رفیقی فی الجنة فانتدب لذالک شاب منهم فکانه استصغره عن ذلک فاعادها ثانیة وثالثة وکل ذلک لا ینتدب الا ذلک الشاب فقال انت هو والقی الله علیه شبه عیسی حتی کانه هو وفتحت روزنة من سقف البیت واخذت عیسی علیه السلام سنة من النوم فرفع الی السماء وهو کذالک کما قال الله تعالی اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ الآیۃ فلما رفع خرج اولئک النفر فلما رأی اولئک ذلک الشاب ظنوا انه عیسی فاخذوه فی اللیل وصلبوه ووضعوا الشوک علی رأسه واظهر الیهود انهم سعوا فی صلبه وابتهجوا بذلک وسلم لهم طوائف من النصاری ذلک لجهلهم وقلة عقلهم ماعدا من کان فی البیت مع المسیح فانهم شاهدوا رفعه واما الباقون فانهم ظنوا کما ظن الیهود ان المصلوب هو المسیح ابن مریم حتی ذکروا ان مریم جلست تحت ذلک المصلوب وبکت ویقال انه خاطبها والله اعلم۔ وهذا کله من امتحان الله عباده لما له فی ذلک من الحکمة البالغة وقد اوضح الله الامر وجلاه وبینه واظهره فی القرآن العظیم الذی انزله علی رسوله الکریم المؤید بالمعجزات والبینات والدلائل الواضحات فقال تعالی وهو اصدق القائلین ورب العالمین المطلع علی السرائر والضمائر الذی یعلم السر فی السموت والارض العالم بما کان وما یکون وما لم یکن لو کان کیف

یکون وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ای رأوا اشبهه فظنوا انه ایاه - و لهذا قال وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ - یعنی بذلک من ادعی انه قتله من الیهود ومن سلمه الیهم من جهال النصاری کلهم فی شک من ذالک وحیرة وضلال وسعر ولهذا قال وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ای وما قتلوه متیقنین انه هو بل شاکین متوهمین بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا ای منیع الجناب لایرام جنابه ولا یضام من لاذ ببابه حَكِيْمًا - ای فی جمیع مایقدره ویقضیه من الامور التی یخلقها وله الحکمة البالغة والحجة الدامغة والسلطان العظیم والامر القدیم - وقوله تعالی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ہ قال ابن جریر اختلف اهل التاویل فی معنی ذلک فقال بعضهم معنی ذلک وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی قبل موت عیسی یوجه ذلک الی ان جمیعهم یصدقون به اذا نزل لقتل الدجال فتصیر الملل کلها واحدة وهی ملة الاسلام الحنیفیة دین ابراهیم علیه السلام - ذکر من قال ذلک حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسی ابن مریم علیه السلام وقال العوفی عن ابن عباس مثل ذلک قال ابو مالک فی قوله اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال ذلک عند نزول عیسی بن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ - وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیة حدثنا ابو رجاء عن الحسن وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسی والله انه لحی الان عند الله ولکن اذا نزل امنوا به اجمعون وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی ابن عثمان اللاحقی حدثنا جویریة ابن بشیر قال سمعت رجلا قال للحسن یا ابا سعید قول الله عزوجل وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسی ان الله

۲۰۶۸۲

Marfat.com

رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیمة مقاماً یؤمن به البرّ والفاجر وکذا قال قتادة وعبد الرحمٰن ابن زید بن اسلم وغیر واحد وهذا القول هو الحق کما سنبینه بل بالدلیل القاطع ان شاء الله - قال ابن جریر القول الصحیح فی تفسیر الاٰیة انه لا یبقی احد من اهل الکتٰب بعد نزول عیسیٰ علیه السلام الا اٰمن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام ولا شک ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح لانه المقصود من سیاق الاٰیة فی تقریر بطلان ما ادعته الیهود من قتل عیسیٰ وصلبه وتسلیم من سلم لهم من النصاری الجهلة ذٰلک فاخبر الله انه لم یکن الامر کذٰلک وانما شبه لهم فقتلوا الشبه وهم لا یتبینون ذٰلک ثم انه رفعه الیه وانه باقٍ حی وانه سینزل قبل یوم القیامة کما دلت علیه الاحادیث المتواترة التی سنوردها ان شاء الله قریباً فیقتل مسیح الضلالة ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة یعنی لا یقبلها من احد من اهل الادیان بل لا یقبل الا الاسلام او السیف فاخبرت هذه الاٰیة الکریمة انه یؤمن به جمیع اهل الکتب حینئذٍ ولا یتخلف عن التصدیق به واحد منهم ولهذا قال وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام الذی زعم الیهود ومن وافقهم من النصاری انه قتل وصلب وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ای باعمالهم التی شاهدها منهم قبل رفعه الی السماء وبعد نزوله الی الارض فاما من فسر هذه الاٰیة بان المعنی ان کل کتابی لا یموت حتی یؤمن بعیسیٰ او بمحمد علیهما السلام فهذا هو الواقع وذٰلک ان کل احد عند احتضاره ینجلی له ما کان جاهلاً به فیؤمن به ولکن لا یکون ذٰلک ایماناً نافعاً له اذا کان قد شاهد الملک کما قال تعالیٰ فی اول هذه السورة وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ الاٰیة - وقال تعالیٰ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ الاٰیتین افقه الناس عبد الله ابن عباس وان روی عنه فی تفسیر هذه الاٰیة ما یفهم منه ان ضمیر قَبْلَ مَوْتِهٖ راجع الی اهل الکتاب لکنه

Marfat.com

ليس من هبه ومراده بهذه الأية بل هو من جملة المباحث اليوميه وبيان امر واقعى لانه روى عنه ايضاً فى تفسير هذه الأية ما يدل على ان الضمير المذكور راجع الى عيسى عليه السلام كما عرفت وستعرفه ايضاً ومذهبه ومراده بهذه الأية هذا لانه يؤيده السياق ويؤيده ما روى عنه فى تفسير وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اى نزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيمة فى جميع الطرق وماروى عنه فى تفسير هذه الأية غير هذا فعلم من هذا ان الاحتمال الاول ليس مراداً ههنا كما قال الحافظ ابن كثير لكن لايلزم منه ان يكون المراد بهذه الأية هذا بل المراد بها ما ذكرناه من تقرير وجود عيسى عليه السلام وبقاء حياته فى السماء وانه سينزل الى الارض قبل يوم القيمة ليكذب هؤلاء وهؤلاء من اليهود والنصارى الذين تباينت اقوالهم فيه وتصادمت وتعاكست وتناقضت وخلت عن الحق ففرط هؤلاء اليهود وافرط هؤلاء النصارى تنقصه اليهود بما رموه به وامه من العظائم واطراه النصارى بحيث ادعوا فيه ماليس فيه فرفعوه فى مقابلة اولئك عن مقام النبوة الى مقام الربوبية تعالى الله عما يقول هؤلاء وهؤلاء علواً كبيراً وتنزه وتقدس لا اله الاهو ذكر الاحاديث الواردة فى نزول عيسى بن مريم الى الارض من السماء فى اٰخر الزمان قبل يوم القيمة وانه يدعوا الى عبادة الله وحده لاشريك له قال البخارى رحمة الله عليه فى كتاب ذكر الانبياء من صحيحة الملتقى بالقبول نزول عيسى بن مريم عليه السلام - حدثنا اسحٰق ابن ابراهيم حدثنا يعقوب بن ابراهيم عن ابى صالح عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لايقبله احد حتى يكون السجدة خيرا له من الدنيا ومافيها ثم يقول ابوهريرة اقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا وكذا رواه مسلم عن الحسن الحلوانى وعبد بن حميد كلاهما عن يعقوب به واخرجه البخارى ومسلم ايضاً من حديث سفيان ابن عيينة عن الزهرى به

واخرجاه من طريق الليث عن الزهری به ورواه ابن مردويه من طريق محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا يقتل الدجال ويقتل الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية ويفيض المال وتكون السجدة واحدة لله رب العلمين قال ابوهريرة اقرأوا ان شئتم وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ موت عيسى ابن مريم ثم يعيدها ابوهريرة ثلاث مرات طريق اخرى عن ابی هريرة قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليهلن عيسى ابن مريم بفج الروحاء بالحج والعمرة اوليثنيهما جميعا وكذا رواه مسلم منفردا به من حديث سفيان بن عيينة والليث بن سعيد ويونس بن يزيد ثلاثتهم عن الزهری به وقال احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان هو ابن حسين عن الزهری عن حنظلة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويمحی الصليب وتجمع له الصلوة ويعطی المال حتى لا يقبل ويضع الخراج وينزل الروحاء فيحج منها اويعتمر اويجمعهما قال وتلا ابوهريرة وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الآية فزعم حنظلة ان اباهريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى فلا ادری هذا كله حديث النبی صلى الله عليه وسلم او شئ قاله ابوهريرة وكذا رواه ابن ابی حاتم عن ابيه عن ابی موسى محمد بن المثنى عن يزيد ابن هرون عن سفيان بن حسين عن الزهری به طريق اخرى قال البخاری حدثنا ابوبكر حدثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولى ابی قتادة الانصاری ان اباهريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف بكم اذا نزل فيكم المسيح بن مريم وامامكم منكم تابعه عقيل والاوزاعی وهكذا رواه الامام احمد عن عبدالرزاق عن معمر عن عثمان ابن عمر عن ابن ابی ذئب كلاهما عن الزهری به واخرجه مسلم من رواية يونس والاوزاعی وابن ابی ذئب به (طريق اخرى) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبدالرحمن

Marfat.com

عن ابی هریرة قال النبی صلی الله علیه وسلم قال الانبیاء اخوة العلات امہاتہم
شتی ودینہم واحد وانی اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم لانه لم یکن نبیٌّ بینی
وبینه وانه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض علیه
ثوبان ممصران کان رأسه یقطرون لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر
ویضع الجزیة ویدعوا لناس الی الاسلام ویہلک الله فی زمانه الملل کلہا الا
الاسلام ویہلک الله فی زمانه المسیح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتے
ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان
بالحیات لاتضرہم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون وکذا رواه
ابوداؤد عن هدیة بن خالد عن همام بن یحیٰ ورواه ابن جریر ولم یورد
عند هذه الآیة سواه عن بشر بن معاذ عن یزید بن هرون عن سعید بن
ابی عروبة کلاهما عن قتادة عن عبد الرحمن بن آدم وهو مولی ام برثن صاحب
السقایة عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم وذکر نحوه وقال یقاتل
الناس علی الاسلام وقد روی البخاری عن ابی الیمانی عن شعیب عن الزهری عن
ابی سلمة عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انا
اولی الناس بعیسی ابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینه نبیٌّ ۔ ثم رواه
محمد بن سنان عن فلیح بن سلیمان عن هلال بن علی عن عبد الرحمن بن ابی عمرة عن
ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اولی الناس بعیسے ابن مریم
فی الدنیا والاخرة الانبیاء اخوة العلات اُمّہاتہم شتی ودینہم واحد وقال
ابراهیم ابن طهمان عن موسی ابن عقبة عن صفوان بن سلیم قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم ۔ حدیث آخر قال مسلم فی صحیحه حدثنی زهیر بن حرب
حدثنا یعلی بن منصور حدثنا سلیمان بن بلال حدثنا سهیل عن ابیه عن ابی
هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتقوم
الساعة حتی تنزل الروم بالاعماق اوبدابق فیخرج الیہم جیش من المدینة من

خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا
منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلي بينكم وبين اخواننا فيقاتلونهم
فيهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلث هم افضل الشهداء عند
الله ويفتح الثلث لا يفتنون ابدا فيفتحون قسطنطنية فبينما هم يقتسمون الغنائم
قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم
في اهليكم فيخرجون وذلك باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبينما هم يعدون
للقتال يسوون الصفوف اذا اقيمت الصلوة فينزل عيسى ابن مريم فيؤمهم فاذا
راه عدو الله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه لذاب حتى يهلك ولكن
يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته. حديث آخر قال احمد حدثنا
هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفارة عن ابن
مسعود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقيت ليلة اسري بي ابراهيم
وموسى وعيسى عليهم السلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم
فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى
عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الى ربي عزوجل ان
الدجال خارج ومعي قضيبان فاذا راني ذاب كما يذوب الرصاص قال فيهلكه الله
اذا رآني حتى ان الحجر والشجر يقول يا مسلم ان تحتي كافرا فتعال فاقتله قال
فيهلكهم الله ثم يرجع الناس الى بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج يأجوج و
مأجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ. فيطوون بلادهم فلا يأتون على شيء الا
اهلكوه ولا يمرون على ماء الا شربوه قال ثم يرجع الناس يشكونهم فادعوا الله
عليهم فيهلكهم ويميتهم حتى تجوى الارض من نتن ريحهم وينزل الله المطر
فيجترف اجسادهم حتى يقذفهم في البحر ففيما عهد الى ربي عزوجل ان ذلك
اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم بولادها
ليلا او نهارا رواه ابن ماجة عن محمد بن بشار عن يزيد بن هرون عن العوام بن حوشب نحوه

حدیث اٰخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن ھٰرون حدثنا حماد بن سلمة عن علی ابن
زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه مصحفا لنا
علی مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فطیبنا ثم جئنا المسجد
فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا
فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یکون للمسلمین ثلاثة امصار
مصر بملتقی البحرین ومصر بالحیرة ومصر بالشام ففزع الناس ثلاث فزعات فیخرج
الدجال فی اعراض الناس فیھزم من قبل المشرق فاول مصر یرده المصر الذی
بملتقی البحرین فیصیر اھلھا ثلاث فرق فرقة تقول نقیم نشامه فننظر ماھو
وفرقة تلحق بالاعراب وفرقة تلحق بالمصر الذی یلیھم ومع الدجال سبعون
الفًا علیھم التیجان واکثر من معه الیھود والنساء وینحاز المسلمون الی عقبة
انیق فیبعثون سرحالھم فیصاب سرحھم فیشتد ذٰلک علیھم ویصیبھم مجاعة
شدیدة وجھد شدید حتی ان احدھم لیحرق وتر قوسه فیأکله فبینما ھم
کذالک اذ نادٰی منادٍ من السحر یا ایھا الناس اتاکم الغوث ثلاثًا فیقول بعضھم
لبعض ان ھذا الصوت رجل شبعان وینزل عیسٰی بن مریم علیھم السلام عند صلوٰة
الفجر فیقول له امیرھم یا روح الله تقدم صلّ فیقول ھٰذه الامة امراء بعضھم
علٰی بعض فیتقدم امیرھم فیصلی حتی اذا قضٰی صلوٰته اخذ عیسٰیؑ حربته
فیذھب نحو الدجال فاذا راٰه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربته
بین ثندوته فیقتله ویھزم اصحابه فلیس یومئذ شئ یواری منھم
احدا حتی ان الشجرة تقول یا مؤمن ھٰذا کافر ویقول الحجر یا مؤمن ھذا کافر
تفرد به احمد من ھذا الوجه۔ حدیث اٰخر قال ابو عبد الله محمد بن یزید بن ماجة
فی سننه حدثنا علی بن محمد حدثنا عبد الرحمٰن المحاربی عن اسمٰعیل بن رافع عن ابی زرعة
الیمانی یحیی بن ابی عمرو عن ابی امامة الباھلی قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم
فکان اکثر خطبته حدیثا حدثناه عن الدجال وحذرناه فکان من قوله ان قال

لم تكن فتنة فى الارض منذ ذرأ الله ذرية آدم عليه السلام اعظم من فتنة
الدجال وان الله لم يبعث نبياً الا حذر امته الدجال وانا آخر الانبياء وانتم
آخر الامم وهو خارج فيكم لا محالة فان يخرج وانا بين ظهرانيكم فانا حجيج كل
مسلم وان يخرج من بعدى فكل حجيج نفسه وان الله خليفتى على كل مسلم
وانه يخرج من خلة بين الشام والعراق فيعيث يميناً ويعيث شمالاً الا يا عباد الله
ايها الناس فاثبتوا وانه سأصفه لكم صفة لم يصفها اياه نبى قبلى انه يبدأ فيقول
انا نبى فلا نبى بعدى ثم يثنى فيقول انا ربكم ولا ترون ربكم حتى تموتوا وانه
اعور وان ربكم عزوجل ليس باعور وانه مكتوب بين عينيه كافر يقرأه
كل مؤمن كاتب وغير كاتب وان من فتنته ان معه جنة ونارا فناره جنة وجنته
نار فمن ابتلى بناره فليستغث بالله وليقرأ فواتح الكهف فتكون عليه برداً وسلاماً
كما كانت النار برداً وسلاماً على ابراهيم وان من فتنته ان يقول لاعرابى ارأيت
ان بعثت لك امك واباك اتشهد انى ربك فيقول نعم فيتمثل له شيطان فى صورة
ابيه وامه فيقولان يا بنى اتبعه فانه ربك ـ وان من فتنته ان يسلط على نفس
واحدة فينشرها بالمنشار حتى يلقى شقين ثم يقول انظروا الى عبدى هذا فانى
ابعثه الآن ثم يزعم ان له رباً غيرى فيبعثه الله فيقول له الخبيث من ربك
فيقول ربى الله وانت عدو الله الدجال والله ما كنت بعد اشد بصيرة بك
منى اليوم ـ قال ابو الحسن الطنافسى حدثنا المحاربى حدثنا عبيدالله بن الوليد
الوصافى عن عطية عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ذلك الرجل ارفع امتى درجة فى الجنة قال قال ابو سعيد والله ما كنا نرى
ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتى مضى لسبيله ثم قال المحاربى رجعنا الى حديث
ابى رافع قال وان من فتنته ان يأمر السماء ان تمطر فتمطر ويأمر الارض ان
تنبت فتنبت وان من فتنته ان يمر بالحى فيكذبونه فلا يبقى لهم سائمة الا
هلكت وان من فتنته ان يمر بالحى فيصدقونه فيأمر السماء ان تمطر فتمطر

ويأمر الارض ان تنبت فتنبت حتى تروح مواشيهم من يومهم ذلك اسمن ما كانت واعظمه وامده خواصر وادره ضروعا وانه لايبقى شئ من الارض الا وطئه وظهر عليه الا مكة والمدينة فانه لا يأتيها من نقب من نقابها الا لقيته الملئكة بالسيوف صلتة حتى ينزل عند الضريب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلا يبقى منافق ولا منافقة الا خرج اليه فينفي الخبث منها كما ينفي الكير خبث الحديد ويدعى ذلك اليوم يوم الخلاص فقالت ام شريك بنت ابي العكر يا رسول الله فاين العرب يومئذ قال هم قليل وجلهم يومئذ ببيت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم يصلي بهم الصبح اذ نزل عيسى بن مريم عليه السلام فرجع ذلك الامام يمشي القهقري ليتقدم عيسى عليه السلام فيضع يده عيسى بين كتفيه ثم يقول تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلي بهم امامهم فاذا انصرف قال عيسى افتحوا الباب فيفتح ووراءه الدجال معه سبعون الف يهودي كلهم ذو سيف محلى وتاج فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء وينطلق هاربا فيقول عيسى ان لي فيك ضربة لن تسبقني بها فيدركه عند باب لد الشرقي فيقتله ويهزم الله اليهود فلا يبقى شئ مما خلق الله يتوارى به يهودي الا انطق الله ذلك الشئ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الا قال يا عبد الله المسلم هذا يهودي فتعال فاقتله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وان ايامه اربعون السنة كنصف السنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة واخر ايامه كالشررة يصبح احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الاخر حتى يمسي فقيل له كيف نصلي يا نبي الله في تلك الايام القصار قال تقدرون الصلوة كما تقدرون في هذه الايام الطوال ثم صلوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيكون عيسى بن مريم في امتي حكما عدلا واماما مقسطا يدق الصليب ويذبح الخنزير ويضع الجزية ويترك الصدقة فلا يسعى على شاة ولا بعير وترتفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة كل ذات حمة حتى يدخل الوليد يده

فی الحیة فلاتضره ویقرب الولید من الاسد فلایضره ویکون الذئب فی الغنم
کانه کلبها وتملاء الارض من السلم کما یملاء الاناء من الماء وتکون الکلمة واحدة
فلایعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قریش ملکها وتکون الارض لها نور
الفضة وتنبت نباتها کعهد آدم حتی یجتمع النفر علی القطف من العنب فیشبعهم
ویجتمع النفر علی الرمانة فتشبعهم ویکون الثور بکذا وکذا من المال ویکون
الفرس بالدریهمات قیل یا رسول الله وما یرخص الفرس قال لایرکب لحرب ابدا
قیل له فما یغلی الثور قال لحرث الارض کلها وان قبل خروج الدجال ثلاث
سنوات شداد یصیب الناس فیها جوع شدید ویامر الله السماء فی السنة
الاولی ان تحبس ثلث مطرها ویامر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم یامر الله السماء
فی السنة الثانیة فتحبس ثلثی مطرها ویامر الله الارض فتحبس ثلثی نباتها ثم
یامر الله عزوجل السماء فی السنة الثالثة فتحبس مطرها کله فلا تقطر قطرة و
یامر الارض ان تحبس نباتها کله فلا تنبت خضراء فلا تبقی ذات ظلف الا هلکت
الا ما شاء الله قیل فما یعیش الناس فی ذلک الزمان قال التهلیل والتکبیر والتسبیح
والتحمید یجری ذلک علیهم مجری الطعام قال ابن ماجة سمعت ابا الحسن
الطنافسی یقول سمعت عبدالرحمن المحاربی یقول ینبغی ان یرفع هذا الحدیث
الی المؤدب حتی یعلمه الصبیان فی الکتب هذا حدیث غریب جدا من هذا
الوجه ولبعضه شواهد من احادیث اخر ولنذکر حدیث النواس بن سمعان
ههنا لشبه بهذا الحدیث قال مسلم فی صحیحه حدثنا ابوخیثمة زهیر بن حرب
حدثنا الولید بن مسلم حدثنی عبدالرحمن بن یزید بن جابر حدثنی یحیی بن جابر
الطائی قاضی حمص حدثنی عبدالرحمن بن جبیر عن ابیه جبیر بن نفیر الحضرمی انه
سمع النواس بن سمعان الکلابی وحدثنا محمد بن مهران الرازی حدثنا الولید
بن مسلم حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن یحیی بن جابر الطائی عن عبدالرحمن
بن جبیر عن ابیه جبیر بن نفیر عن النواس بن سمعان قال ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم

Marfat.com

الدجال ذات غداة فخفض ورفع حتى ظنناه فى طائفة النخل فلما رجعنا اليه عرف
ذلك فى وجوهنا فقال ما شأنكم قلنا يا رسول الله ذكرت الدجال فخفضت فيه
ورفعت حتى ظنناه فى طائفة النخل قال غير الدجال اخوفنى عليكم ان يخرج وانا
فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله
خليفتى على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافية كانى اشبهه بعبد العزى بن
قطن من ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج من خلة بين
الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله فما
لبثه فى الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر
ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله وذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا فيه صلوة
يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يا رسول الله وما اسراعه فى الارض قال
كالغيث استدبرته الريح فيأتى على قوم فيدعوهم فيؤمنون ويستجيبون له
فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت
ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتى القوم فيدعوهم فيردون عليه
قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويأمر بالخربة
فيقول لها اخرجى كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شابا
فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه
ويضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم عليه السلام فينزل عند
منارة البيضاء شرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا
طاطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ ولا يحل لكافر يجد ريح
نفسه الامات وينتهى طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتى عيسى
عليه السلام قوما قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم
فى الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله عز وجل الى عيسى انى قد اخرجت عبادا لى
لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور ويبعث الله يأجوج ومأجوج وهم من كل

Marfat.com

حدب ينسلون فيمر أولهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ماء ويحصر نبي الله عيسى واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم خير من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبي الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبي الله عيسى واصحابه الى الارض فلا يجدون في الارض موضع شبر الاملاه زهمهم ونتنهم فيرغب نبي الله عيسى واصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لايكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض اخرجي ثمرك وردي بركتك فيومئذ تاكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك الله في الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفي الفئام من الناس فبينما هم كذلك اذ بعث الله ريحا طيبة فتأخذهم تحت اباطهم فيقبض الله روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة۔ ورواه الامام احمد واهل السنن من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر به وسنذكره ايضاً من طريق احمد عند قوله تعالى في سورة الانبياء حتّى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ الآية حديث اخر قال مسلم في صحيحه ايضاً حدثنا عبد الله بن معاذ العنبري حدثنا ابي حدثنا شعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفي يقول سمعت عبد الله بن عمرو وجاءه رجل فقال ما هذا الحديث الذي تحدث به تقول ان الساعة تقوم الى كذا وكذا فقال سبحان الله اولا اله الا الله اوكلمة نحوهما لقد هممت ان لا أحدث احدا شيئا ابدا انما قلت انكم سترون بعد قليل امرا عظيما يحرق البيت ويكون ويكون ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج الدجال في امتي فيمكث اربعين لا ادري اربعين يوما او اربعين شهرا او اربعين عاما فيبعث الله تعالى عيسى بن مريم كانه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه ثم يمكث الناس سبع سنين ليس بين اثنين عداوة ثم يرسل الله ريحا باردة من قبل الشام فلا يبقى

Marfat.com

على وجه الارض احد فى قلبه مثقال ذرة من خير او ايمان الاقبضته حتى لو ان احدكم دخل كبد جبل لدخلته عليه حتى تقبضه قال سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيبقى شرار الناس فى خفة الطير واحلام السباع لايعرفون معروفا ولاينكرون منكرا فيتمثل لهم الشيطان فيقول الا تستجيبون فيقولون فما تأمرنا فيأمرهم بعبادة الاوثان وهم فى ذلك دار رزقهم حسن عيشهم ثم ينفخ فى الصور فلا يسمعه احد الا اصغى ليتا ورفع ليتا قال واول من يسمعه رجل يلوط حوض ابله قال فيصعق ويصعق الناس ثم يرسل الله او قال ينزل الله مطرا كانه الطل او قال الظل نعمان الشاك فتنبت منه اجساد الناس ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ثم يقال يا ايها الناس هلموا الى ربكم وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ۝ ثم يقال اخرجوا بعث النار فيقال منكم فيقال من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين قال فذلك يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وذلك يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ ثم رواه مسلم والنسائى فى تفسيره جميعا عن محمد بن بشار عن غندر عن شعبة عن نعمان بن سالم به۔

حديث اخر۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهرى بن عبد الله بن ثعلبة الانصارى عن عبد الله بن زيد الانصارى عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الى جانب لد ورواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعى ثلاثتهم عن الزهرى عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذى عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفى الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابى برزة وحذيفة بن اسيد وابى هريرة وكيسان وعثمان بن ابى العاص وجابر وابى امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذيفة بن اليمان رضى الله عنهم ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسى بن مريم عليه السلام له فاما احاديث

ذكر الدجال فقط فكثيرة جداً وهي أكثر من أن تحصى لانتشارها وكثرة رواياتها في الصحاح
والحسان والمسانيد وغير ذلك. حديث آخر. قال الامام احمد حدثنا سفيان عن
فرات عن ابي الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاري قال اشرف علينا رسول الله صلى الله
عليه وسلم من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى تروا عشر آيات
طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج يأجوج ومأجوج ونزول عيسى بن مريم
والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب
ونار تخرج من قعر عدن تسوق او تحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقيل
معهم حيث قالوا وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزاز به ورواه
مسلم ايضاً من رواية عبد العزيز بن رفيع عن ابي الطفيل عن ابي شريحة عن حذيفة
بن اسيد الغفاري موقوفاً. والله اعلم. فهذه احاديث متواترة عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم من رواية ابي هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابي العاص وابي
امامة والنواس بن سمعان وعبد الله بن عمرو بن العاص ومجمع بن جارية وابي شريحة و
حذيفة بن اسيد رضي الله عنهم وفيها دلالة على صفة نزوله ومكانه من انه
بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلوة الصبح وقد
بنيت في هذه الاعصار في سنة احدى واربعين وسبعمائة منارة للجامع الاموي
بيضاء من حجارة منحوتة عوضاً عن المنارة التي هدمت بسبب الحريق المنسوب الى
صنيع النصارى عليهم لعائن الله المتتابعة الى يوم القيامة وكان اكثر عمارتها من
اموالهم وقويت الظنون انها هي التي ينزل عليها المسيح بن مريم عليه السلام فيقتل
الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية فلا يقبل الا الاسلام كما تقدم في الصحيحين
وهذا من اخبار النبي صلى الله عليه وسلم بذلك وتقرير وتشريع وتسويغ له على ذلك
في ذلك الزمان حيث تنزاح عللهم وترتفع شبههم من انفسهم ولهذا كلهم يدخلون
في دين الاسلام متابعين لعيسى عليه السلام وعلى يديه ولهذا قال تعالى وان من
اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته الآية وهذه الآية كقوله ...

Marfat.com

وقرئی لَعَلَمٌ بالتحریک ای امارۃ ودلیل علی اقتراب الساعۃ وذلک لانہ ینزل بعد
خروج المسیح الدجال فیقتلہ اللہ علی یدیہ کما ثبت فی الصحیح ان اللہ لم یخلق
داءً الا انزل لہ شفاءً و یبعث اللہ فی ایامہ یأجوج ومأجوج فیہلکہم اللہ تعالیٰ
ببرکۃ دعائہ وقد قال تعالیٰ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ الآیۃ۔ حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار یہ ہے۔ کہ
قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اُس حواری
نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے
گئے۔ اور دونوں ضمیریں بہٖ اور موتہٖ کی عیسےٰ علیہ السلام کی طرف ہیں۔ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ
الْکِتٰبِ الآیۃ میں کیونکہ ماقبل میں ذکر انہی کا ہے۔ یا ضمیر بہٖ مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا
عیسےٰ علیہ السلام کا۔ اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ و عبداللہ بن مسعود
و مجاہد و قتادہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے اسی پر دال ہیں۔ اور ضمیر بہٖ کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا عیسےٰ علیہ
السلام کی طرف پھیرنی اور موتہٖ کی اہل کتاب کی طرف یہ احتمال واقعہ میں درست ہے لیکن
آیت مذکورہ سے اس مقام میں مراد نہیں اور عیسےٰ علیہ السلام اُتریںگے آسمان سے قبل قیامت
کے حاکم عادل۔ توڑیںگے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریںگے دفع کریںگے
خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیںگے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریںگے۔ مال اس قدر
ہوگا کہ کوئی قبول نہ کریگا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ
ہوگا۔ حسد بغض۔ عداوت اور باقی صفات ذمیمہ نہ رہینگی۔ شیر۔ اونٹ۔ چیتا۔ گائے۔ بھیڑیا۔ بکری۔
سانپ۔ لڑکے ایک دوسرے کیساتھ چرینگے اور کھیلیں گے۔ ضرر نہ دینگے۔ عیسےٰ علیہ السلام حج عمرہ ادا کرینگے
مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اُس زمانہ میں طعام کی جگہ تہلیل تکبیر
اور تسبیح سے حیات بسر کرینگے۔ جب آسمان سے نازل ہونگے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں
کھڑا کرینگے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کرینگے دجال کو جو ایک شخص معین ہے۔ اور ہلاکت
ہوگی قوم یاجوج ماجوج اُنکی برکت سے۔ واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللہ
بن سلام قال یدفن عیسےٰ بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فی

قبرہ رابعا۔ اخراج کیا بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا
عبداللہ بن سلام نے دفن کئے جائیں گے عیسے بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے
پس ہوگی قبر مبارک اُنکی چوتھی۔ واخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ
بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسے بن مریم یدفن
معہ اور اخراج کیا ترمذی نے ساتھ تحسین کے فرمایا عبداللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی توریت میں موجود ہے۔ اور یہ بھی توریت میں ہے کہ عیسے ابن مریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ انی اریٰ انی
اعیش بعدک فتأذن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع
ما فیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسے بن مریم فرمایا حضرت عائشہؓ نے
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا
ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔
فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسے علیہ السلام کی قبر کے
سوا اور جگہ نہیں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینزل عیسے بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم
یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسے بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر
وعمر رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء۔ روایت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبد اللہ
بن عمرو سے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتریں گے عیسے بن مریم آسمان سے
پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب وفات ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس
کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔ اور روایت کیا
ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روایت کیا بعض راویوں سے وقد بقی فی البیت موضع
قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسے علیہ السلام کے۔ محقق ابن جوزی فرماتے ہیں
پاس عمر کے مدفون ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو خبر دی ہے بہتروں نے حجرہ شریف کے دربانی
والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کی جنب میں ہے۔

Marfat.com

آثار درباره رفع ہونے جسم مسیح کے۔ اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کی سوا انکے جو بیان کرچکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جسکا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر دُرِّ منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ فرمائے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اسقدر آثار اور احادیث سے جو بیان کرچکا ہوں کافی ہیں۔ یہ احادیث متواترہ ہیں نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جب جو اوصاف بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئے انکو بیان فرمایا۔ سامع نے انکو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے انکو پھر بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور۔ کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اسکی بھی یہی وجہ ہے۔

احادیث نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن ابی العاص۔ ابی امامہ۔ نواس بن سمعان۔ عبداللہ بن العاص۔ مجمع بن جاریہ۔ ابی سریحہ۔ حذیفہ بن اسید۔ جابر۔ سمرۃ بن جندب۔ عمرو بن عوف۔ عمران بن حصین۔ کیسان۔ حذیفہ بن یمان۔ عائشہ۔ عبداللہ بن عباس۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

توضیح معنے آیت وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ الخ کا یہ ہے کہ اہل کتاب موجودہ میں سے وقت نزول مسیح کے قبل از موت انکے ہر ایک ایمان لائیگا ساتھ واقعیت مضمون بالا کے۔ یعنی اٹھایا جانے انکے آسمان کی طرف۔ اور ساتھ اسکے کہ وہ نبی صادق گذرے ہیں اپنے وقت میں یہود گذشتہ ہمارے مفتری اور کافر یہ نبی صادق تھے۔ یہی مراد ہے آیۃ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ وقت بیان حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کے آیۃ مذکورہ کو نزول مسیح ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں۔ اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبّر سے معلوم کرسکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جس کا مضمون یہ ہے قسم ہے مجھکو اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُترینگے تم میں مریم کے بیٹے حاکم بشریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم متصف ہو کر اور خنزیر کو حلال جاننا اور صلیب پرستی

یہ سب امور جو انکے پیچھے اُنکی شرع میں داخل سمجھے گئے ہیں ان سب کو موقوف کرینگے یہانتک کہ اُنکے عہد میں ملّت اسلام ہی باقی رہیگی۔ اور محبت عبادت اور اعراض دنیا سے ایسا ہو گا کہ ایک سجدہ بہتر سمجھا جائیگا سب دُنیا اور دنیوی اشیاء سے۔ مراد وُہی ابن مریم ہے جو نبی وقت اور صاحب انجیل ہے۔ ورنہ بیان حدیث مذکور کے وقت استشہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ کا بآیت مذکورہ کیا معنے رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آیت مذکورہ میں اُس نبی وقت کا ذکر ہے تو حدیث میں بھی ضرور اُسی کے نزول سے حلفی طور پر خبر دی گئی ہے جیسا کہ استشہاد بآیۂ مذکورہ وقت بیان حدیث کے ارادہ مثیل مسیح کو باطل کرتا ہے ایسا ہی عدم وقوع اُن اُمور کا زمانہ حال میں جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں جناب مرزا صاحب اس حدیث شریف کا مصداق بتاویل مثیل لینے اپنے زعم میں تو بنے مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور خنزیر خوری کا اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام ہی ہو جانا اور کثرت مال کی یہانتک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے۔ اور ایک سجدہ کا عزیز تر ہونا سب دُنیا سے یہ علامات نزول مسیح کہاں؟ اور نیز اگر آپ مراد میں حدیث مذکور سے تو آپکے پیدا ہونے میں کسیکو حضار مجلس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعجب اور استعظام ہی کیا تھا تا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم قسم اُٹھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لیوشکنّ فرما کر حاضرین کا تردد دفع فرماتے رہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ معنے آیۃ وَاِنۡ مِّنۡ اَھۡلِ الۡکِتَابِ الخ کا جو لکھ چکا ہوں یہی معنے کیا ہے ابوہریرہؓ نے۔ اور ایک روایت میں عبداللہ ابن عباس نے بھی۔ اور اسی معنے کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادت سیاق کلام یعنے چسپاں ہونے اس معنے کے ماقبل سے ترجیح دی ہے۔ اور دوسرا معنے جو ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان ایک وجہ کا ہے وجوہ آیت میں سے۔ اور واقعی ہونا اس معنے کا مقتضی اسکا نہیں کہ مراد آیۃ سے وہی ہو۔ واقعیت مضمون اور ہے۔ اور مراد ہونا کلام سے اور۔ وہ معنے یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسے بن مریم کے ساتھ جب عندالموت متجلی ہونگے ایمان لائیگا۔

چوتھی وجہ بطلان اُس مذہب کی یہ آیت یعنی وَاِنۡ مِّنۡ اَھۡلِ الۡکِتَابِ الخ بھی ہے کیونکہ بمنطوقہ دال ہے نزول مسیح بن مریم پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

Marfat.com

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ہے مسیح بن مریم سے کہ میں تجھکو یہود کے ہاتھ سے بچاؤنگا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یعنے اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر کو بکو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اتارنا۔ آیا یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعاؤں مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بَل کے یعنے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیئے تھا بَل بقی حیاً ثم توفیہ اللہ و رفعہ الیہ۔

ساتویں وجہ آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے ہے۔ اخرج الفریابی وسعید بن منصور ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسےٰ قبل یوم القیامۃ ۔ واخرج عبد بن حمید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فی اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الاربعون اربع سنین یحج ویعتمر۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاھد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال اٰیۃ للساعۃ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ ۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن رضی اللہ عنہما وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسےٰ واخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسےٰ (تفسیر درمنثور) حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم اجمعین سے بطرق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر اِنَّهٗ جو آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں ہے عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کیطرف پھرتی ہے۔ وقال الامام احمد حدثنا ھاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابی یحیی مولی بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لقد علمت اٰیۃ من القراٰن الخ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال ھو خروج عیسےٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامۃ وقولہ سبحانہ وتعالیٰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذلک ما بعث بہ عیسےٰ علیہ السلام من احیاء الموتی وابراء الاکمہ

والابرص وغیر ذلک من الاسقام وفی هذا نظر وابعد منه ما حکاه قتادة عن الحسن البصری وسعید بن جبیر ان الضمیر فی انه عائد علی القرآن بل الصحیح انه عائد علی عیسیٰ علیه السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذلک نزوله قبل یوم القیمة کما قال تبارک وتعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام ثم یوم القیمة یکون علیهم شهیدا ویؤید هذا المعنی القرأة الاخری وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة۔ قال مجاهد وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ خروج عیسیٰ ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة۔ وهکذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیة وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة والضحاک وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه اخبر نزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلا الخ (تفسیر ابن کثیر)

حاصل۔ روایت کی امام احمد نے عبد اللہ ابن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اے خروج عیسیٰ علیہ السلام یعنی نزول انکا قبل قیامت کے۔ یہی مروی ہے مجاہد۔ ابوہریرہ۔ ابو عالیہ۔ ابو مالک۔ عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ۔ ضحاک وغیرہم سے۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے۔ اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قرأة۔ اور آیة وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ الخ احادیث نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ پس ضمیر اِنَّهٗ کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کی رو سے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کیطرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے انکے مردوں کو وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً۔ بنظر دقیق۔ اَعلم بالقرآن ابن عباس بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں جو اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے۔ سیاق آیۃ اور تفاسیر صحابہ و تابعین کی رو سے قولہ تعالیٰ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ الخ اس آیۃ میں مِنْهُ کی ضمیر اور ایسا ہی اَمْ هُوَ اور اِنْ هُوَ اور اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ اور وَجَعَلْنَاهُ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں مرزا صاحب اگر وَاِنَّهٗ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف مرجع فرمائیں

تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمّی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اسکو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہمکو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام واجب اور انکار اسکا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہئیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اسکے مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کی طرف بباعث دہوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ ایسی دہوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر انکا بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی اقرار یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ الخ کہتے تھے ان کی تکذیب نص وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ اور وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے ہو چکی جیسا کہ مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرما دیا تھا۔ کہ اے برنبا چونکہ حواری اور والدہ ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اُس معنے سے جو کسی کے لائق نہیں۔ خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو۔ تو دنیا میں یہودا کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا چاہا لیکن یہ غلطی تا وقت تشریف آوری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گی۔ جب وہ تشریف لائینگے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے۔ انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پہ دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسینگے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہونگے تب لوگوں کو سزا دینگے۔ مطابق اس پیشینگوئی مسیح کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح علی السماء کو ذکر کیا۔ کیونکہ رفع الی اللہ اور رفع علی السماء مصادق ہیں۔ **الغرض** کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ متواترہ سے ہو گئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اس کی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہو گی۔ جیسا کہ حدیث بخاری

Marfat.com

بلّغوا عنّی ولو آیۃً وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج الخ کے مجمل کی یہی صورت ہے، اور جسکی
تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو۔ اُسکے بارہ میں مومن کو چاہیئے کہ مطابق حدیث
شریف لا تصدقوھم ولا تکذبوھم کے نہ تصدیق اُس کی کرے اور نہ تکذیب (تفسیر ابن کثیر)
بناء علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کی مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل
اسکی جائز ہے۔ جیسا کہ رسولوں کے اعمال ۔ پہلا باب ۔ ۹ درس ۔ اور وہ یہ کہکے اُنکے دیکھتے ہوئے
اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُنکی نظروں سے چھپا لیا ۔ ۱۰۔ اور اُسکے جاتے ہوئے جب وے
آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُنکے پاس کھڑے تھے ۔ ۱۱۔ اور
کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے
آسمان پر اٹھایا گیا ہے اُسیطرح جسطرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا ۔ اس میں فقرہ
(پھر آویگا) مطابق آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ اور آیۃ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اور احادیث نزول کے ہے

سوال ۔ افقہ الناس ابن عباس نے مُتَوَفِّیْکَ کا معنے مُمِیْتُکَ کا لیا ہے بناءً علیہ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ
مُتَوَفِّیْکَ کا معنے یہ ہوا کہ اے عیسے میں تجھے مارنیوالا ہوں ۔ اسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ
الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ میں بھی ۔ اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بَلْ
رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں رفع سے رفع روحانی لینا پڑیگا ۔ اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل
ہوں گی ۔ کیونکہ مرنیکے بعد ارواح مقربین بشہادت قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ اور فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ
وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں ۔ بعد ازاں بموجب آیۃ وَمَا
ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ جنت سے نکالی نہیں جاتیں ۔ بناءً علیہ مسیح ابن مریم بعد مر جانیکے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے

جواب ۔ افقہ الناس ابن عباسؓ کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے ۔ مگر پہلے آپ سے یہ
روبرو الاشہاد اقرار کر لیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے ۔ انسان
معاملہ سے پہچانا جاتا ہے ۔ ناظرین ازالہ اور ایام الصلح سے معلوم کر سکتے ہیں ۔ کیا آپ نے قصہ
عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوے پر تمسک نہیں پکڑا ۔ اور اُنہی کتاب
میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہوئے ۔ یا مسیح کے مصلوب
ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لیکر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے

Marfat.com

منحرف نہیں ہوئے۔ یا توفّی کے معنے لینے میں ابن عباس کو اَعْلَمُ بالقرآن سمجھ کر مقتدی بنا کے اور ان کی اتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنے میں جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کہا۔ یا اجماع اُمّت مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کو رانہ ازالہ اوہام میں اور اہل اجماع کو حزب نادان اور بے حیا ایام الصلح میں قرار دیکر پھر سب کے عقیدہ کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل واہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بنگئے۔ بعد اسکے اولاً تو یہ معروض ہے۔ کہ اثر مذکور ابن عباس کا بواسطہ علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے۔ اور اہل الجرح والتعدیل کو اس میں کلام ہے۔ چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اُسکی کو ساتھ ابن عباس کے ذکر کیا ہے۔ اور تقریب میں ہے علی بن ابی طلحۃ سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی۔ انتہی وفی الخلاصۃ قال احمد لہ اشیاء منکرات۔ وفی المیزان قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات۔ قال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنے مذکور کو یعنی مُمِیْتُكَ مذہب ابن عباس رضؓ کا قرار دیا جائے بلکہ جائز ہے کہ منجملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے۔ لہذا تحریر احتمالی ان کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے مثلاً ابن عباس آیۃ فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنھم ابوا الا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے میں نہیں پاتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ یعنی صحابہ رضؓ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہ سے واقف ہوگا وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباس رضؓ کا سمجھ لیگا۔ حالانکہ ابن عباس رضؓ کو ایک اشکال کی تقریر کرنی

Marfat.com

منظور ہے تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں۔ مذہب آپکا وہی غسل قدمین ہے۔ مانحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر مُتَوَفِّيكَ مُمِيتُكَ کے ساتھ اسی قبیل سے ہو۔ اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اُٹھ جائیگا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا اُنکے احادیث نزول مرویہ ابن عباس رض کی بھی مؤید احتمال مذکور ہیں وذکر العینی۔ وروی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسٰی اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسی علیه السلام وهم جذام فیولد له فیهم ویقیم تسع عشرة سنة۔ انتہی۔ اور ثالثاً اگر ابن عباس رض کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباس رض بلحاظ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جس میں موت طبعی کا معنے لینا ممکن نہیں جیسا پہلے گذر چکا ہے آیت يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ میں بعد ارادہ معنی مُمِيتُكَ کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ یعنی رافعك ثم متوفيك فی اٰخر الزمان (درمنثور) حاصل۔ ابن عباس سے قول اللہ تعالیٰ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ میں تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ رافعك ثم متوفيك فی اٰخر الزمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیۃ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔ قول باریتعالیٰ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی اُنہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جهرة ارنا الله اور ابن حاتم نے قتادہ سے قوله تعالیٰ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں تقدیم و تاخیر روایت کی ہے یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم فی الحیوة الدنیا انما یرید الله لیعذبهم بها فی الاٰخرة۔ اور مجاہد سے قوله تعالےٰ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا یعنی انزل علی عبده الکتب قیما ولم یجعل له عوجا

Marfat.com

مروی ہے۔ اور قتادہ سے قولہ سبحانہ اِنِّی مُتَوَفِّیكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں اِنِّی رافعك الی ومتوفیك مروی ہے۔ اور عکرمہ سے قول باری عز اسمہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوا یَوْمَ الْحِسَابِ۔ میں لهم عذاب شدید یوم الحساب بمانسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام وتابعین وغیرہ دربارہ تقدیم وتاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔ ونیز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَذٰلِكَ یُوْحِیْ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ۔ اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ كَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ الخ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ **الغرض** آپ کو قول ابن عباس کا مُتَوَفِّیْكَ مُمِیْتُكَ فقط مفید نہیں ہو سکتا جبتک قول ان کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے بھی ارادہ معنے موت کیلئے ذکر نہ کریں اور بعد اسکے آثار مروی کو جو متعلق نصوص مذکورہ کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھہرائیں۔ باہم قول ابن عباس کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے جو دال ہو ارادہ معنے غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابوالشیخ عن ابن عباس اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ یقول عبیدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم وان تغفر لهم ای من ترکت منهم ومد فی عمرہ (یعنی عیسٰی علیہ السلام) حتی اھبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوك واقروا انا عبید وان تغفر لهم حیث رجعوا عن مقالتهم فانك انت العزیز الحکیم (جلال الدین سیوطی۔ درمنثور)

ایسا ہی تفسیر عباسی میں تَوَفَّیْتَنِیْ کا معنے رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں۔ یہ تو نہ ہو کہ تارک صلوٰۃ نے تمسک آیۃ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ سے پکڑا۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو۔ جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ "حالت نشہ میں نماز مت پڑھو" تو متمسک (اول) نے کہا کہ "سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہو گا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرماویں پھر دیکھئے رفع جسمی کسطرح کھلے کھلے طور پر بشہادت تفسیر ابن عباس ثابت ہوتا ہے۔ اب **ناظرین** بانصاف سمجھ چکے ہونگے کہ تفسیر ابن عباس کا پیرو

Marfat.com

اور متبع کون ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباس کو تو بجائے خود چھوڑا الٹا بہتان صحابی پر باندھا۔ جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں۔ بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح ابن مریم۔

میں کہتا ہوں امام بخاری تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورۂ مریم اور آل عمران کو لا کر بعد ازاں بیان احادیث فرماتے ہیں۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیات قرآنی میں ذکر مسیح بن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احادیث میں بھی انکا ذکر ہوگا۔ اور اگر آیات میں ذکر خیر جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہوگا۔ میں نہایت متعجب ہوں کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بڑے زور سے علماء اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل انکا مراد لینے میں ماول کو ملحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے کہ علماء اسلام کس طرح پر تاویل کر سکیں۔ بعد ازاں کہ نصوص قرآنیہ سے بہ تفسیر ابن عباس رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں۔ اور پیشنگوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اُسے مسیح کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر معنوی سُن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا مثلاً شب معراج میں مسیح ابن مریم کا بوقت گفتگو ہونیکے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیین وقت تو میں نہیں کر سکتا مگر میرے ساتھ میرے ربنے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جبتک تو زمین پر اُتر کر دجال اور قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کریگا۔ الخ (تفسیر درمنثور اور ابن کثیر اور خازن) اخرجہ احمد۔ جیسا کہ بیان کیا گیا اسناد اور متن اس حدیث کا احادیث نزول میں جس کا اول یہ ہے قال احمد حدثنا ھشیم عن العوام بن حوشب عن جبلۃ بن سحیم عن مؤثر بن غفارۃ عن ابن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ علیہم السلام اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے۔ شاید مرزا صاحب ہی نے

---

[1] دوسری وجہ بہتان کی امام بخاری پر وہ حدیث ہے جسکو امام بخاری نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس کو میں لکھ آیا ہوں۔ تیسری وجہ بہتان کی کتاب بخاری کا باب نزول عیسےٰ بن مریم۔ اگر مذہب امام بخاری کا مثیل عیسےٰ ہوتا تو استعارہ کے طور پر بیان نہ کرتا۔ بلکہ تصریح بہ مذہب خود ضروری تھی ۱۲۔ منہ۔

شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا جو اب مذکور ہوا ہے کیا ہو۔ اس مضمون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی افتراآت کے اُن کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں۔ **الغرض** علماء اسلام بعد ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کس طرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل اُن کا مراد لیں اور ایمان اپنا ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں۔ جناب مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا۔ علماء بیچاروں کو کیا فائدہ؟ جناب عالی! یہی وجہ ہے کہ علماء کی ابن مریم سے مثیل اُن کا مراد نہ لینے کی۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی۔ شاید آپ کے نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر۔ ایسے خانہ زاد اُصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ اور رابعاً تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ استشہاد بمحاورہ قرآنیہ وعرف قرن اول ولغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنے اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے۔ ابن عباس اور سائر مفسرین صحابہ میں سے بعد مراعاۃ مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ بحسب لا یکون الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوہا کثیرۃ کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اب ہم لفظ توفّی کا معنے سوائے معنے موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توفّی ماخوذ ہے وفا سے۔ وفا کا معنے پورا ہونا کہتے ہیں۔ فلانی چیز کافی وافی ہے۔ یعنی پوری۔ ایفاء کا معنے پورا کرنا۔ اور توفّی تفعّل ہے بمعنے استفعال کے یعنے استیفا جس کا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ۔ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر۔ اور یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ گو کہ موضوع لہٗ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس کا ہو۔ یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہٗ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ الٰہ جس کا معنے معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور آلہہ بمعنے معبودات مطلقہ کے۔ کواکب ہوں یا بُت یا آدمی۔ حالانکہ بہت اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر آلہہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ صراح وغیرہ کتب لغت کو آلہہ کے متعلق دیکھیں اور تفسیر ابن عباس کو متعلق اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے ملاحظہ فرمائیں کہ اَمْوَاتٌ۔ اَصْنَامٌ لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اَصْنَام

Marfat.com

یعنی بُت معنی موضوع لہٗ لفظ اٰلِہَہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہٗ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بودے لوگ اُردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھکر دہوکا کھا جاتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھہ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنے وضعی کا ہے۔ بلکہ اُسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہٗ قرار دیتے ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض۔ الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور اُنکے اتباع کو یہی دہوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنٰے موت بھی ہے۔ اور صحیح بخاری میں مُتَوَفِّیکَ کی تفسیر ابن عباسؓ نے ممیتک سے کی تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اٰلِہَہ اور اموات کا معنٰے اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ توفّی سے معنٰے موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ فی الواقع یوں ہے کہ توفّی اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں۔ توفّی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائیگا۔ وہ کیا چیز ہے روح ہوگی یا غیر روح۔ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنے پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دو امر توفّی کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کئے گئے۔ ایک روح دوسرا امساک۔ دوسرا قسم توفّی کا نیند ہے۔ جسکے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنے چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل۔ موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفّی کے (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر۔ شرح کرمانی صحیح بخاری) اور متعلق توفّی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع اروح ہوگا۔ جیسا کہ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ یا اور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی توفّی کا معنٰے فقط کسی شئے کا پورا لے لینا ہے۔ عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونیکے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے۔ یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا الخ اللہ تعالیٰ قبضہ فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔ اس آیت میں تو استعمال لفظ توفّی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آیت وَھُوَ الَّذِیْ

یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ الخ میں مستعمل ہے۔ نیند میں جو فرد ہے مفہوم تَوَفّی کا یعنی قبض کا۔ اور آیت وَالَّذِیْنَ
یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ الخ وغیرہ آیات میں مدلول اسکا موت ہے جو منجملہ افراد اُسی تَوَفّی کے ہے یٰعِیْسٰی
اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں بھی معنی موت کا مطابق
بعض نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدا توفی اللہ عمروا توفی اللہ بکرا
وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی
جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ با آیات وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔ اور
احادیث صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ
نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اُس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔ اور
نہ وہ لفظ جو مستعمل اُسکے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السلام
کی پیدائش کا حال جب نص خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ سے معلوم ہو چکا تو پھر اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ
مَّهِيْنٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ سے مستثنیٰ
ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر۔ یعنی خَلَقَ اللّٰهُ زَيْدًا خلق اللہ
بکرا وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں۔ یعنی یہ نہ کہا جائیگا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع
یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اُسکی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے
جو یہاں پر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر
ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں تَوَفّی
سے معنے موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِیْنَ
یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وغیرہ وغیرہ پیش کرنی۔ منشا اسکا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے۔ تعجب ہے
کہ جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال لفظ توفّی کو حسب محاورہ
قرآن کریم کے معنے موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توفّی کی نیند پر النوم اخ
الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دھوکا موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھنے کا کھایا۔ اور
دوسرا اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ ازالہ ص ۳۳۲
اور پھر بعد دعویٰ حصر مذکور کے قائل باستعمال توفّی نیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے۔

Marfat.com

الغرض۔ آیۃ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں یا تو معنے موت کا لیکر مع قول یہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے رفع کا ابن عباسؓ کی طرح لینا پڑیگا۔ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسب نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کونسا باعث رہا۔ کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ مُتَوَفِّیْکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے موت مسیح ثابت کرکے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے۔ اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے۔ تشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم و شہادت سیاق سے اثبات حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں۔ بعد عدم تعذر معنے حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اُس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی ما نحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی۔ میں کہتا ہوں۔ آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنے پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسیٰ بن مریم سے مثیل اُنکا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنے احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلاویں ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آجتک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کے سارے کرہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا۔ کیا بغیر ان کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بیچارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دُنیا کے تھے جنکو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحّد بنایا ہرگز نہیں۔ یہ لوگ تو اوّل ہی سے موحّد تھے۔

سوال۔ ابن عباس کی تفسیر جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے ہے بخاری میں تو مذکور نہیں اُس میں فقط مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر ممیتک مذکور ہے۔ **جواب**۔ عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی! امام بخاری تو خود فرماتے ہیں ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول یعنی بہتری حدیثیں صحیح میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاری دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال اُن احادیث سے جو بخاری میں نہیں کیوں بکثرت تے ہیں۔

Marfat.com

مثلاً لَامَھْدِیْ اِلَّا عِیْسٰی ۔ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی الخ وغیرہ وغیرہ۔ یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۳ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں۔ ہم بھی اُسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا۔ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنے کا یعنے موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے ص۶۰۰ اور ص۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے **جواب**۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباسؓ کی اتباع سے آخر کار منحرف ہونگے اب ویسا ہی ظاہر ہوا۔ مزید برآں (العیاذ باللہ) اُنکو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنے قبض یا رفع کا لیا ہے۔ **جناب** عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں بھی نہ چاہیئے چہ جائیکہ صحابۂ کرام اور ائمہ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم و تاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمالیں[1]۔ اور معنے رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ آپ ازالہ اوہام کے ص۲۰۳ میں فرماتے ہیں۔ **غرض** یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُتریگا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع اُمت مرحومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہاں۔ آپ کے مسیح موعود ہونے میں بے شک غلط اندازیں۔ اسی غلط اندازی کی وجہ سے سب اہل اسلام سلف سے خلف تک ملحد قرار دئے گئے (یا ھادی اھدنا الصراط المستقیم) **جناب!** آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان فرمادیں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کریں گے۔ اجی حضرت! آپ ایسے مغالطوں اور دھوکا دینے سے اُردو خوانوں اور عوام کو کس لئے گمراہ کرتے ہیں

---

[1] فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً کے تفسیر ابن عباس وغیرہ ۔ وغیرہ ۔ ۱۲ منہ ۔

Marfat.com

صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر جبتک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوض نہ ہوگا حضرت من! صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ کے ساتھ ایمان تھا اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اسکے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں۔ مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں پانچسو کی آپ کو معافی ہے۔ اسی لئے آجتک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا۔ سوال۔ ہم نے مانا کہ ابن عباسؓ آیۃ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے۔ یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزول کے ہوگا۔ جواب مسیح ابن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق و اضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تشاور میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے۔ لہٰذا پہلے ہی سے اللہ جلشانہ نے بہ تقدیم لفظ مُتَوَفِّیْكَ سے دفع مرکوز خاطر انکا بصیغہ حصر فرما کر پھر رَافِعُكَ سے تسلی بخشی۔ اگرچہ متوفیک تحقیق میں مؤخر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ فرق ہے مابین سَاُتَوَفّٰكَ اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ میں ضمیر متکلم کا مسند الیہ اور مشتق یعنے متوفی کا مسند بنانا مفید حصر ہے۔ یعنی میں ہی تیرا متوفی ہوں۔ ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفی کا ذریعہ یہود ہونگے۔ بلاغت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جائے بخلاف سَاُتَوَفّٰكَ کے کہ وہ مطابق حال مخاطب نہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایسا ہی فرق ہے مابین اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ بصیغہ مشتق اور اِنِّیْ سَاُتَوَفّٰكَ میں کہ مضارع فقط حدوث فعل توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا مارنا میری ہی صفت مختصہ اور میرے ہی ذمہ پر ہے۔ مثلاً یہ کہ میں ہی تجھ کو دونگا۔ اس میں اور اس قول میں کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں۔ فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا مزید برآں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے الغرض۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس

معنے قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں۔ اسیطرح یہود کا کہنا اِنَّا قَتَلْنَا مفید اختصاص اور حصر ہے جو انکے فخر کا موجب حسب زعم اُنکے قرار دیا گیا یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے۔ لہٰذا قَتَلْنَا پر بغیر اِنَّا کے کفایت نہیں کی۔ اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کہا۔ اور اِنَّا قَتَلْنَا پر اکتفا نہ کی۔ یہ دلیل ہے اسپر کہ مناط افتراء اور موجب خوشی اُنکا فقط صدور فعل یعنی قتل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں۔ بعد تمہید ہذا اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید اور تکذیب میں جو وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ فرمایا۔ بعد ادنیٰ تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اسکی یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کی مناط بھی اُسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح کو اُنہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ اس تقریر سے بعد غور کے محاورہ دان عقلمند پر بطلان تقریر جناب مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے اُنہوں نے لکھی ہے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے مناط تردید کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے۔ اور آیات مذکورہ کی تفسیر میں افسوس! جہالت ایسی مرض ہے کہ ہزاروں اُردو خوانوں سادہ لوحوں کیلئے یوماً فیوماً مہلک ہو رہی ہے۔ نہ تو مثل صحابہ کی مہارت لسانی اور اشراق نوری ہے کہ راہ راست پر فہم مراد میں چلیں۔ اور نہ استعداد علمی کی فصاحت اور بلاغت اور سیاق اور مقتضی حال کے ملاحظہ کرنیکے بعد معنی مراد کو سمجھیں فقط مشعل راہ ایک شخص خانہ زاد کو جو مسمی بقانون قدرت ہے بنا رکھا ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرماوے۔

سوال۔ بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ معالم التنزیل۔ کشاف وغیرہ نے توفّی سے معنے موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۳ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب۔ یہ استشہاد اُنکا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباس رضؓ کے قول سے پکڑا تھا۔ سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے حکم کو زیر نظر رکھ کر اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کے معنے میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو ابن عباس رضؓ کا۔ یعنے تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنے مُمِيْتُكَ کا مُتَوَفِّيْكَ سے۔

Marfat.com

یعنی اے عیسےٰ میں تجھے بالفعل اُٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنیوالا ہوں۔ اور دوسرے مُتَوَفِّیکَ سے معنے قبض اور رفع کا لینا۔ یعنی اے عیسےٰ میں تجھے پکڑنے والا اور اُٹھانیوالا ہوں۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے مُتَوَفِّیکَ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمۃ اور بچا لینے سے۔ یعنے اے عیسےٰ میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانیوالا ہوں۔

جناب[1] مرزا صاحب نے مُمِیتُکَ کو (جو تفسیر معنے کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنے مُتَوَفِّیکَ کا سمجھ لیا ہے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی مُتَوَفِّیکَ سے معنی مُمِیتُکَ لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اسکے تضعیف کر رہا ہے۔ عبارت کشاف کی یہاں پر نقل کیجاتی ہے۔ تاکہ ناظرین دہوکا سے بھی مطلع ہو جاویں۔ مُتَوَفِّیکَ ای مستوفی اجلک و معناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و مؤخرک الی اجل کتبتہ لک و ممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم وَرَافِعُکَ اِلَیَّ الی سمائی و مقر ملائکتی وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا من سوء جوارھم وخبث صحبتھم وقیل مُتَوَفِّیکَ قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ۔ وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء و رافعک الآن۔ وقیل متوفی نفسک بالنوم من قولہ وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا وَرَافِعُکَ وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء انتہی۔ رفع جسمی مسیح کا چونکہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ صراحۃً اور وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ اور احادیث متواترہ صحیحہ سے استلزاماً ثابت اور مؤمن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا۔ اور بظاہر آیۂ یعیسےٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ منافی اسکی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ مفاد اس کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسےٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اُٹھانیوالا ہوں۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر کہی۔ یعنی میں تجھ کو اول اُٹھانیوالا ہوں آسمان کیطرف اور بعد از نزول تجھکو مارنیوالا ہوں۔ اور باقی

---

[1] مرید مخلص مرزا صاحب کے کشاف کی عبارت (مستوفی اجلک و مؤخرک الی اجل مسمی) کو دلالت کنندہ بر معنی موت پر ٹھہرا رہے ہیں۔ دیکھو سطر تیسری صفحہ ۶۱ کی۔ اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ کی سطر اخیر پر کشاف کو شاہد معنی موت کا قرار دے رہے ہیں۔ معلوم نہیں مرید مخلص بڑھ گئے ہیں۔ یا امام الزمان یہ موروثی امر ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورہ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں۔ ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے منکر ہو گئے۔ القول الجمیل کے صفحہ ۶۱ سطر پانچویں میں مرید مخلص علماء سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں فرماتے ہیں (سبحان اللہ مفتریوں تو ایسے دن۔ حیا بھی نہیں آتی۔ خود پھسلنا اور دوسروں پر ہنسی و تمسخر کرنا بلکہ مشرک کہنا۔ کیا مہدی اور اسکے مصداق کی یہی شان ہے ۱۲ منہ۔

مفسرین میں سے کسی نے تو توفی سے معنے قبض کا لیا ہے کسی نے نیند کا سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے جسکا مدلول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بوضاحت تامہ التزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشاف نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتیٰ کہ ممیتک کو بھی جیسا کہ قیل ممیتك فی وقتك الخ سے تعریض در تضعیف اس کی ظاہر ہے۔ ایک اور راستہ پکڑا وہ کیا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کنایہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں تمہارا بچانیوالا ہوں شر یہود سے۔ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں توفی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے۔ یعنے جب اللہ ہی انکا مارنیوالا ہوا بغیر مداخلت ایذا یہود کے تو ضرور ہی معنے استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنے کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے ومعناہ انی عاصمك الخ ذکر کیا۔ اب قول اس کا و ممیتك حتف انفک۔ یہ معنے کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کو تو خود صاحب کشاف و قیل ممیتك فی وقتك الخ سے تضعیف کر رہا ہے۔ اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اسکے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف ممیتک کے کہ بغیر انضمام قیود خارجیہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔ سوال اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ سے معنے ممیتک بشہادت محاورہ قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ میں اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی جیسا کہ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ کا معنے جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الٰہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہود بعد نزول مسیح اسکے ساتھ ایمان لاویگا تو جو یہود کہ قبل از نزول اسکے فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر استغراق آیت کا جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا۔ معنی صحیح اسکا یہ ہے۔ کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہمنے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی قبل اسکے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ یہ معنے مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے

۱؎ اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی۔ نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اور اسکے بعد اس معنے کا اُسیوقت الہام ہونا حلفاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اسکے ہونے پر کئے ہیں اور علماء زمان کو "نادان مولویوں" کا لقب دیکر ایسے راز سربستہ سے اُنکا محروم ہونا ذکر فرمایا ہے۔ انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کر لیویں **جواب**۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے ارادہ کرنے سے معنے موت کے مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے یہاں صرف متوفیک سے بعد التزام قول بہ تقدیم و تاخیر فی الآیۃ کے لے سکتے ہیں۔ اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکورہ سے بوجہ ثلثہ ثابت ہے۔ **وجہ اول** اثر ابن عباسؓ ہے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا کا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ **وجہ دوم** مستفاد ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے۔ کیونکہ بعد تعیین معنے (صلیب پر نہ چڑھانے کے) مَا صَلَبُوْهُ سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا۔ نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیتہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اُٹھا لیا۔ یعنی آسمان پر۔ تیسری وجہ ہونا آیۃ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ الخ کا از قبیل قصر قلب منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے۔ اور تنافی الوصفین اگرچہ بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کیلئے مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کیلئے بالاتفاق ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما ذکرہ المتکلم کے متصور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت ہونے مقتول کے منجملہ عباد مقربین کے۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بلحاظ حقیقہ و بیان حسب زعم آپ کے۔ کیونکہ آپ درصورت ہونے کلمہ اِلٰی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب

---

[1] اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطاء سے ملا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطا کی ہوتی ہے اور بالخصوص قصر بطریق العطف وجو باثو علی المثبت والنفی کا مقتضی ہوتا ہے بناء علیہ آیۃ کلمہ برتقدیر ارادہ موت طبعی کے تفریع صلبوہ پیچ بعد از واقعہ سابق ضروری تھی بعد از ان ذکر موت طبعی چاہیئے تھا۔ یعنی یوں کہنا چاہیئے تھا بل حیا ثم توفاہ اللہ و رفعہ الیہ۔ والا فصاحت و بلاغت قرآن کریم جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا ہے اسمیں خلل واقع ہوگا۔ یہاں تک کلام برتقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بل کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اسکو حرف ابتدا کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطاء و صواب اور دہوکا نکالنے کی تصریح بہ مثبت و منفی ضروری ہے۔ ۱۲ منہ

ٹھہراتے ہیں۔ اور نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیۃ مذکورہ میں (العیاذ باللہ) کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ[۱] کے۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں بالحصار کلمہ بل کے معنے انتقال ہی میں جس وقت مابعد اُسکے جملہ ہو۔ کیونکہ آیۃ مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے۔ آپ جو بڑے زور وشور سے شہادت نظائر لفظ توفی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہو تا ہم شہادت مذکورہ علت موجبہ ارادہ معنے موت کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی سے نہیں ہو سکتی۔ ایک لفظ ہر جگہ اگر ایک ہی معنے میں مستعمل ہو۔ تو بھی بعد قیام قرینہ صارفہ کے اُس سے اور معنے مغائر معنے اول کے لے سکتے ہیں وہ قرینہ اگرچہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنے زوج ہے مگر اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا میں بعل سے مراد بُت ہے اور ہر جگہ قرآن کریم میں اسف کا معنے حزن ہے مگر فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا کا معنے فلما اغضبونا یعنے غصہ دلایا اُنہوں نے ہمکو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں مصباح سے مراد کوکب ہے۔ مگر مصباح جو سورہ نور میں ہے اُس سے مراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں صلوۃ سے مراد عبادت یا رحمت ہے مگر بِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ میں صلوات سے مراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے۔ مگر کنز جو سورۂ کہف میں ہے۔ اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں قنوت سے مراد اطاعت ہے مگر کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ میں قانتون کا معنے "اقرار کرنیوالے" ہے۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ میں بروج سے مراد محل پختہ ہے۔ نظائر اسکے اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ توفی کا معنے قرآن کریم میں موت یا نیند ہے۔ مگر فلما تَوَفَّیْتَنِیْ میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہے بقرینہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے اور ایسا ہی مُتَوَفِّیْکَ سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ بڑا تعجب ہے کہ ما نحن فیہ میں احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں۔ ہم تو بحسب مطالعہ آپ کے نص قرآنی محکم فی المراد اور احادیث صحیحہ غیر مفاد کنندہ

---

[۱] یعنی بہ نسبت ماقبل بل کے۔ اور ماضویت بالاضافۃ الیٰ زمان النزول مخل ہے فصاحت میں۔ ۱۲۔ منہ

Marfat.com

جنکا کشف آپکے نزدیک مسلّم ہے۔ یعنی محی الدین بن عربی اور جلال الدین جنکے اقوال سے الہام کے حجت ہونے کے بارہ میں آپ استشہاد پکڑتے ہیں یہ سب پیش کرتے ہیں۔ مگر آپ بھی عیسےٰ بن مریم کے لفظ سے معنے مثیل کا مراد لینا بمحاورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر ماتحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو دکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعذر ارادہ معنے حقیقی کے نشان دیویں میں جانتا ہوں آپ جلدی سے لکل عیسےٰ دجال پڑھ دینگے مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کا منتزع من الشخص کا خواہاں ہے۔ یعنی لکل محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسےٰ کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے۔ بعد تعذر ارادہ معنے حقیقی کے ہے۔ ماتحن فیہ میں آپکے نزدیک بڑی قوی دلیل تعذر ارادہ معنے حقیقی کی مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي تھی وہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی کیفیت ہے جو سن چکے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیر درمنثور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ماقبل میں بھی گزر چکے ہیں۔ اب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل بہ مثیل عیسےٰ ممکن نہیں ہے بیان کی جاتی ہے بگوش دل بشنو اگر دل داری۔ قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر فی الباب السادس والثلثین من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال کتب عمر ابن الخطاب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ ان وجہ نضلۃ بن معاویۃ الانصاری الی حلوان العراق فلیغر علے نواحیھا فوجھہ مع جماعۃ فاصابوا غنیمۃ وسبیاً واقبلوا یسوقون الغنیمۃ والسبی حتی رھقت بہم العصر وکادت الشمس تغرب فالجا نضلۃ السبی والغنیمۃ الی سفح الجبل ثم قام فاذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فقال مجیب من الجبل کبرت کبیرا یا نضلۃ ثم قال اشہد ان لا الہ الا اللہ فقال ھی کلمۃ الاخلاص یا نضلۃ ثم قال اشہد ان محمدا رسول اللہ فقال ھذا ھو الذی بشرنا بہ عیسےٰ بن مریم وانہ علی راس امتہ تقوم الساعۃ ثم قال حی علی الصلوۃ فقال طوبیٰ لمن مشیٰ الیھا وواظب علیھا ثم قال حی علی الفلاح قال قد افلح من اجاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم وھو البقاء لامتہ ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال کبرت کبیراً ثم قال لا الہ الا اللہ قال اخلصت الاخلاص یا نضلۃ حرم اللہ جسدک علی النار قال فلما فرغ من اذانہ قمنا فقلنا من انت یرحمک اللہ ملک انت ام ساکن من الجن ام من عباد اللہ اسمعتنا صوتک فارنا شخصک فانا وفد اللہ ووفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووفد

عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن شخص هامته كالرحى ابيض الرأس واللحية عليه طمران من صوف فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔ فقلنا وعليك السلام ورحمة الله وبركاته من انت يرحمك الله قال انا زريب بن برثملا وصی العبد الصالح عیسٰی بن مریم اسکننی بهذا الجبل ودعا لی بطول البقاء الی نزوله من السماء فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویتبرأ مما نحلته النصاری ثم قال ما فعل بنبی الله صلی الله علیه وسلم قلنا قبض فبکی بکاءً طویلاً حتی خضبت لحیته بالدموع ثم قال فمن قام فیکم بعده قلنا ابوبکر قال ما فعل به قلنا قبض قال فمن قام فیکم بعده قلنا عمر قال اذاً فاتنی لقاء محمد فاقرؤا عمر منی السلام وقولوا له یا عمر سدّد وقارب فقد دنا الامر واخبروه بهذه الخصال التی اخبرکم بها وقولوا یا عمر اذا ظهرت هذه الخصال فی امة محمد علیه السلام فالهرب الهرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیر مناسبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترک الامر بالمعروف فلم یؤمر به وترک النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم العلم لیجلب به الدنانیر والدراهم وکان المطر غیظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الهوی وباعوا الدین بالدنیا واستخفوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنی عزا وخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیر منه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فکتب بذالک نضلة الی سعدٍ وکتب سعدٌ الی عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معک من المهاجرین والانصار حتی تنزل بهذا الجبل فاذا لقیته فاقرأه منی السلام فان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان بعض اوصیاء عیسٰی بن مریم نزل نزل بهذا الجبل بناحیة العراق فنزل سعد فی اربعة آلاف من المهاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلوٰة فلم یجده۔

ترجمہ۔ فرمایا ابن عمر نے کہ میرے والد عمر بن الخطاب نے سعد بن وقاص کیطرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تاکہ اُسکے گرد ونواح میں لوٹ مار کریں پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو

جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچکر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور اُن سب کو لیکر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر اُن سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہوکر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے بہت خدا کی بڑائی کی پھر نضلہ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اُس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسٰے بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی اُمت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کیلئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حی علی الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا جب نضلہ نے لا الہ الا اللہ پہ اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا کہ اے نضلہ تم نے اخلاص کو پورا کیا تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو دکھائیے۔ اسواسطے کہ ہم خدا اور اسکے رسول اور نائب رسول عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکل آئے (ان کا سر مبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اُن پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہکر دریافت کیا۔ کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برثملا وصی عیسٰے بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسٰے علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کیلئے دعا فرمائی۔ جب وہ اُتریںگے تو خنزیر کو قتل کرینگے اور صلیب کو توڑیں گے۔ اور بیزار ہونگے نصاریٰ کے اختراع سے پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپکا وصال ہو گیا۔ اُسوقت بہت روئے یہانتک کہ آنسو سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ وہ وفات پا گئے

Marfat.com

فرمایا کہ انکے بعد کون تم میں خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو مجھے میسر نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچائیو۔ اور کہیو کہ اے عمر عدل و انصاف کر اسواسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کرونگا اُن سے عمرؓ کو خبردار کیجیو۔ اور کہیو کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ظاہر ہوجائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے خلاف منصب کے۔ اور ادنے نسب والے اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں۔ اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اس طرح متروک ہوجائے کہ کوئی اُسکے ساتھ ماموڑ کیا جائے۔ اور نہی عن المنکر ایسے چھوڑ دیں کہ کسیکو اس سے نہ روکیں۔ اور آنکے عالم علم کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو یعنی وہ بارش فائدہ نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہوجائے۔ اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی و طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت۔ اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کی اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں۔ اور صلہ رحمی منقطع ہوجائے اور حکم فروخت کیا جائے اور بیاج (سُود) کھایا جائے اور حکومت فخر ہوجائے۔ اور دولتمندی عزت بن جائے اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہوگئے پس اسکو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمرؓ کی طرف پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اُترو جس وقت اُن سے ملو تو میرا اسلام اُن کو پہنچائیو۔ اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسے علیہ السلام کے بعض وصی عراق کے پہاڑوں میں اُترے ہوئے ہیں۔ پس سعد چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے قریب اُترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اسکے بعد حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور پھر شیخ نے باب ۳۶۰ میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسٰے بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق الخ ہے اور جابجا شیخ قدس سرہٗ فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں

Marfat.com

اور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرّی اور خالی ہوں۔ خود خداوند کریم انکا بیان کرنیوالا ہے۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ہذا ما حدلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین ابن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ زریب بن برتملا اپنے حواری کو جسکو شہادت حدیث مذکور آپ نے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپکے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں۔ یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام علی نبینا و علیہم صلوات اللہ وسلامہ سے ہوا ہے سنائیں۔ اسکے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمٰن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔ فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث کی مجھ کو باپ میرے نے احمد سے اُنہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے جعفر نے اپنے باپ سے اُنہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اُٹھایا اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو نیند میں۔ اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بیشک عیسےٰ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے۔ اور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی (تفسیر ابن کثیر اور درمنثور) یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصری رض میں سے ہے کہتا ہے پوچھا میں نے حسن بصری سے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں باوجود اسکے کہ آپنے زمانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصری رض نے جواب دیا کہ انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں مگر نام علی کرم اللہ وجہہ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔ مولانا علی القاری غفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقا بناء اعلی الظاہر وحسن الظن بہ انہ ما یروی حدیثہ الا عن الصحابی وانما حذفہ بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ لما ذکر عن الحسن البصری رض

Marfat.com

انہ قال انما اطلقہ اذا سمعہ من السبعین من الصحابۃ وکان قد یحذف اسم علیؓ ایضاً
بالخصوص لخوف الفتنۃ اور شیخ الشیوخ محدثین اور صوفیہ کے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ
عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں۔ قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریاً
کان لباسهم الصوف۔ **سوال**۔ اگر کہا جائے کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ما حدثنا الحسن
عن بدری مشافہۃ وما حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافہۃ الا عن
سعد بن مالک۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب دونوں کو علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بدری ہیں۔ **الجواب**۔ اولاً یونس بن عبید
اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حسن بصری کا بدری سے قتادہ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ
حسن بصری نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو اور حسن بصری کو ملاقات کسی بدری
سے نہ ہو کیونکہ قتادہ کہتا ہے ما حدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روایت
بطریق مشافہہ نہیں کی۔ ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصری
نے سب احادیث جو انکو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی تھیں بتمامہا جمیع طریق سے میرے سامنے
بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہو سکتا تھا۔
اور ثانیاً قتادہ کے قول سے فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی
شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ
مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں۔ حسن بصریؒ کی روایت اور
ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے۔ جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں
قوام المحدثین جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں۔ وهو اول من سل
سیفاً فی سبیل اللہ۔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روی عنہ
الاحنف بن قیس والحسن البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ حافظ زین الدین عراقی سے
نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیاً۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں
حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارک قال حدثنا الحسن

Marfat.com

قال جاء رجل الی زبیر بن العوام الخ جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں علی ابن ابیطالب شہد بدرا والمشاہد کلہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما خلا تبوک روی عنہ ابراھیم ابن عبد اللہ بن حسین مرسلا وابراھیم بن عبد اللہ بن عبد القاری کذا الاجع وابراھیم ابن محمد ولد علی ابن ابیطالب والاحنف بن قیس التمیمی وابنہ الحسن علی بن ابیطالب والحسن البصری وابنہ الحسین بن علی بن ابیطالب وسعید بن المسیبؒ اس سے تعارض درمیان قول قتادہ کے کہ ما حدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علیؓ کی بھی مرتفع ہو گیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں۔ کسی صاحب نے اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائیگا۔ **الغرض**۔ حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیر نے باسناد صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم بوضاحت تامہ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی۔ اور ایسا ہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر القرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے۔ یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسےٰ کے مقتول ہونے میں مشکک ہیں اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لَيُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) جو اوّل قرآن کریم میں اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تک معنے استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لَيُؤْمِنَنَّ کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ لَاَتَّخِذَنَّ۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ۔ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ لَاَقْعُدَنَّ۔ لَاٰتِيَنَّ۔ لَاَمْلَئَنَّ۔ لَنَعُوْدَنَّ۔ لَنُخْرِجَنَّكَ۔ لَاُقَطِّعَنَّ۔ لَاُصَلِّبَنَّ۔ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْاٰثِمِ لَيُسْجَنَنَّ۔ وَلَيَكُوْنًا لَيَسْجُنُنَّهٗ۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ وَلَنَصْبِرَنَّ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمْ۔ لَاُزَيِّنَنَّ۔

وَلَاُغْوِیَنَّ۔ لَتُسْئَلُنَّ۔ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ۔ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ۔ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ۔ لَاَحْتَنِکَنَّ۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ۔ لَاَجِدَنَّ۔ لَاَرْجُمَنَّکَ۔ لَنَحْشُرَنَّھُمْ۔ لَنُحْضِرَنَّھُمْ۔ لَنَنْزِعَنَّ۔ وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ۔ لَاَکِیْدَنَّ۔ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ۔ لَاَجْعَلَنَّکَ۔ لَتَکُوْنَنَّ۔ لَاُعَذِّبَنَّہٗ۔ لَاَذْبَحَنَّہٗ۔ لَیَاْتِیَنِّیْ۔ لَتُنَجِّیَنَّہٗ۔ لَیَاْتِیَنَّھُمْ۔ لَیَقُوْلُنَّ۔ لَیَقُوْلَنَّ۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ۔ لَنَسْفَعًا۔ آپ ایک جگہ بھی قرآن کریم سے نہ سہی کسی اہل لسان کی کلام میں ہی دکھلائیں کہ مضارع مؤکّد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِہٖ کا جو آپنے معنے کیا ہے۔ کسی جگہ قرآن کریم میں قَبْلَ مضاف اور مَوْتِہٖ مضاف الیہ کے مابین لفظ اَنْ یُّؤْمِنُوْا یا لفظ ایمان کا مقدّر مراد ہو۔ اسکی نظیر بھی دکھلائیں۔ کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب اس مقام پر اتباع ابن عباس اور استشہاد حدیث صحیح بخاری کو آپنے بالائے طاق رکھدیا۔ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے۔ لہٰذا مؤلف رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بھی مجبوری تسلیم کرنی ہوگی۔ بحسب تقریر ہذا مرجع ضمیر قَبْلَ مَوْتِہٖ کا عیسےٰ بن مریم ہی ہے۔ حصہ دوئم اعلام الناس صفحہ ۵ سطر ۱۰۔ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے صاف جوابدیدیا۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ الخ میں ثم قال ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔

ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہوگیا ہوگا۔ معنی آیۃ کا حسب محاورہ قرآن مجید وہی ہے جو ابوہریرہ اور ابن عباس اور سب مفسرین نے لکھا ہے اور دوسرا معنے جو ابن عباس سے مروی ہے غالباً منجملہ مباحثات یومیہ سے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے لَیُؤْمِنَنَّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے اس کے بشہادت سیاق ترجیح ابن کثیر کی اسی معنے کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ہی ایمان لائیگا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کی طرف اور یہود کے ہاتھ میں مقتول اور مصلوب ہونا) قبل از موت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بمضمون بالا لاویں گے

Marfat.com

مطابق پیشنگوئی اس آیۃ کے ہم کو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کی طرح ایمان بمضمون بالا لائیگا۔ باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنے پر جس معنے کو ابوہریرہ اور ابن عباس وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنابریں معنے کذب آیئت میں لازم آیئگا سُنئیے حضرت! آیئت میں چونکہ اِلّا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی اِنْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ میں معنے نفی ہے اور اِلّا اسکے بعد۔ تو بنابر قاعدہ مسلّمہ کہ استثنا منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی۔ اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے کہ مثبت لہٗ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو۔ اب مطابق قاعدہ مسلّمہ آیت مذکورہ میں ایمان لانا اُنہیں کتاب کے لئے ہوا جو اُس وقت موجود ہوں گے۔ غیر موجودہ تو محکوم علیہ ہی نہیں۔ پھر کذب کہاں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب بباعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں۔ اور بعد ازاں اس معنے ابوہریرہ اور ابن عباس اور مفسرین پر بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُسکے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مرینگے تو یہ معنے بھی جو پیش کئے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں میں کہتا ہوں۔ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ وتکون الملل ملۃ واحدۃ یعنے مسیح کے زمانہ میں کوئی ملّت بغیر اسلام کے باقی نہ رہیگی۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے۔ جو موجود رہیں سب ایمان لائیں۔ اس میں کونسا فساد ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے۔ عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو۔ تو صحیح اور درست ہوگا۔ اور صورت اسکی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے۔ احادیث صحیحہ میں فقرہ وتکون الملل کلھا ملۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنمار مع البقر اور والذئاب مع الغنم اور ویلعب الصبیان بالحیات وغیرہ وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں۔ آپ کو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے۔

سوال فقرہ وتکون الملل کلھا ملۃ الاسلام کو معارض ہے آیۃ وَلَوْشَآءَ اللہُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً۔ وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ چنانچہ فاضل امروہی صاحب

اعلام الناس میں لکھتے ہیں۔ کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں
جواب۔ اس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے
ہیں۔ آیۃ میں استثناء اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ موجود ہے۔ اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء
زمان کو۔ لہٰذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملۃ واحدہ پر ممکن ہوگا۔ ضروری امر
بمقتضائے آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو۔ ہاں۔ اگر بعد
لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ کے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا
اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔ تعجب ہے کہ با ایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت
کرتے ہیں کیونکہ آپ اور اتباع آپکے فرماتے ہیں کہ حُلیہ حضرت مرزا صاحب کا گندمی رنگ۔ سیدھے بال۔
یعنے گھونگر والے نہیں۔ کندھوں کے قریب کانوں کی لَو کے نیچے تک لٹکے ہوئے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے
ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما ترٰی من اُدم الرجال
تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر الخ اور اسی صحیح بخاری میں اسکے قریب ہی مسیح اوّل
یعنی صاحب انجیل کا حُلیہ یہ لکھا ہے۔ سُرخ رنگ اور گھونگریلے بال۔ چوڑا سینہ۔ فَاَمَّا عیسٰی فاحمر
جعد عریض الصدر۔ **ناظرین!** یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے۔ سُرخی اور گندمی رنگت
دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ
مسیح ابن مریم کی رنگت میں سُرخی مائل بسفیدی تھی ایسا ہی بالوں میں جعودۃ غیر تامہ یعنی تھوڑے
گھونگر والے۔ ایسی صورت میں سُرخ رنگ بھی کہنا درست ہے۔ اور گندمی رنگ بھی۔ ایسا ہی گھونگر والے
اور غیر گھونگر والے۔ بخاری میں جو عن مجاھد عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم رأیت عیسٰے وموسٰی وابراھیم فاما عیسٰے فاحمر جعد عریض الصدر الخ آیا ہے خطا بخاری
کی ہے۔ فی الواقع عن مجاھد عن ابن عباسؓ الخ ہے۔ دیکھو اخراجات محمد بن کثیر
اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحیٰی بن آدم وغیرہ کے عینی بخاری اور مشکوٰۃ میں
وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت لیلۃ اسری بی موسٰی رجلا آدم
طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ ورأیت عیسٰی رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض
سبط الرأس الخ متفق علیہ۔ اس حدیث میں ابن عباس ہی سُرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے

Marfat.com

بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں۔ اب یہ احتمال (کہ عیسیٰ احمر اور ہے اور عیسیٰ آدم یعنی گندم گوں اور) اسلئے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجسب دونوں روائت کے منجملہ واقعۂ اسرا یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جسکے پہلے بروایت مسلم عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عرض علی الانبیاء مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُسی عیسیٰ کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں مثل موسیٰ و ابراہیم کے داخل ہے نہ ذکر خیر مثیل عیسیٰ یعنی مرزا صاحب کا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے دیکھا میں نے عیسیٰ اور مثیل اُنکا (یعنی مرزا صاحب کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل عیسیٰ کو بلفظ عیسیٰ استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے۔ باقی رہی روایت ابن عمرؓ اراني الليلة الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بينا انا نائم الخ بخاری۔ تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اُٹھانے ابن عمر کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرۃ کاملہ ناظرین کو معلوم ہو سکتی ہے۔ ابن عمر کا قول اس حدیث میں لا واللہ صاف دلالت کرتا ہے اوپر صحت ما نسب الیہ الحمرۃ والادمۃ ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سُرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گوں اور۔ اس تقریر سے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سُنتے رہے ہیں۔ اور اُنہی عیسیٰ کو بہ نص محکم بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے جیسا کہ بیان کر چکا ہوں مرفوع علی السماء اور اُنہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہو گیا۔ اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں صفحہ ۵۴ لو کان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس۔ **جواب**۔ اولاً متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اسطرح پر مذکور ہے۔ قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان العلم الخ یہ حدیث آپ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر بیان فرمائی جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیتہ لفظ رجال

Marfat.com

اور ہٰؤلاءِ کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی۔ جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے اُن پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ہٰؤلاءِ سے عجم لئے جائیں بلحاظ تقابل اُمیین کے پھر بھی لو کان العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم مطابق بکتاب و سنت ہے نہ مخالف ان کے۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم بہر صورت اس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔

پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں منجملہ علامات مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اُسکے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں **جواب** آج تاریخ ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا۔ اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔ پھر امروہی صاحب موصوف صفحہ ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنی لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔ **جواب**۔ حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہونگے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہونگے چنانچہ اس پر فقرہ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا شاہد ہے اسلئے وہ مسلمان زاہد عابد دنیا کو قبول نہ کرینگے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہونگے اور انکو بمقابلہ اظہار حقیقت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائیگا اور وہ قبول نہ کرینگے۔ ناظرین کو یہ بھی خیال رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت تک کوئی مخالف اسکی غیر حقیقت کو ثابت نہیں کر سکتا اس میں محتاج زید عمرو کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاہرین الی یوم القیامۃ) اسپر شاہد ہے۔ اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیقت اسلام بالبراہین والحجج مسیح موعود نہیں ہو سکتا الا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں **سوال**۔ آیۃ سُبحانَ ربّی ھل کُنتُ الّا بشرًا رسُولاً۔ آسمان پر چڑھنے اور اس سے اُترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔ **جواب** ہاں بیشک مگر حسب استنباط آپکے جناب عالی! سیاق آیت کا بھی خیال فرمائیں۔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض

Marfat.com

يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۝ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ ۝ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّيْ جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے۔ اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے تو چاہیئے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ما قبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنیکا زمین میں اور ایسا ہی باغ خرما و انگور کا جو چشمہ دار ہو۔ اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔ اور ایسا ہی اللہ جلشانہ اور ملائکہ کا سامنے آنا۔ اور ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے گھر سونے کا ہونا۔ ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فرد بشری کیلئے ممتنع نہیں تصور کرتا چہ جائیکہ آپ کے لئے جو باعث ایجاد عالم ہیں۔ اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیاء سے بعد اجابت دعا محال نہیں خیال کیا جاتا بلکہ اسکے وقوع پر آیۃ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا دال ہے۔ اور آسمان کے گر جانے کے عدم امتناع پر آیۃ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا الخ اور ایسے ہی وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ۔ اور ایسے ہی اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۝ دلالت کر رہی ہیں فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اسکے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاوینگے جیسا کہ آیۃ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے اور بعد آنے حق سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے اُنکے اتمام حجت ہو جائیگا بعد ازاں ایمان لانا انکا انکو نفع نہ دیگا۔ الحاصل آیہ مذکورہ بشہادت باقی آیات جواب مذکور ہو چکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں۔ مقصود آیۃ سے یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اسکے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے۔ یا حق سبحانہ و تعالیٰ حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا کہ چاہیں نشان ظاہر کرے۔ خصوصاً وہ نشان جو متمم حجت ہونے کیلئے موجب ہلاک ہو۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ اگر چاہے اجابت سؤال تمہارے کی فرمائے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت کا نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے مجھکو اسی میں مشغول

Marfat.com

رہنا چاہیئے۔ اور مسئولہ کیطرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے۔ ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا۔
کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے، یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ وَ لَنْ
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا الخ دلالت صراحةً کر رہا ہے اسپر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو
ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہٰذا اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ پر اکتفا نہ کی بلکہ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ الخ کو بھی ساتھ
منضم کیا۔ ہادی ہدایت کرے (تفسیر ابن کثیر) **سوال**۔ آیۃ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ
فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ اور ایسا ہی هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا
لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا صاف خبر دے رہی ہیں موضوع ہونے حدیث
دمشقی کے اوپر۔ کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہو جاتا ہے پھر کسیکا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔
اور حدیث دمشقی میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے جسکو آیات مذکورہ
بالا تکذیب کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیۃ وَ قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ
ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۔ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ دال ہے اوپر اسکے
کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادت الٰہیہ سے نہیں۔ اور اگر فرشتہ زمین پر اترے بھی
اور زمین پر چلے پھرے اور مشہور خواص و عوام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اس میں ہونے چاہئیں
جب ایسا ہو تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال خود باقی رہیگا۔ اور وہ سوال انکا بیجواب۔ یہ ترجمہ ہے
ایام الصلح کی عبارت کا **جواب**۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ سے اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا تک ذکر ہے
یوم حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے
آسمان کے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا نزول بادلوں کے سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا۔ بدلیل وَ يَوْمَ
تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا۔ اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشمس
من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئینگے۔ کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون
مفصل تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث صحیحہ مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیۃ
وَ لَوْ اَنْزَلْنَا ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ تک یہ دلالت امتناع نزول ملائکہ پر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کیلئے نہیں
کرتی۔ بلکہ مفاد اس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسول ملکی بھیجیں اور کفار کو بحالت کفر پائیں۔

Marfat.com

تو فیصلہ ہو جائیگا یعنی کفار کو ہلاک کردینگے۔ شاہد اس کی دوسری آیت ہے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ۔ ایسا ہی یہ آیت یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وقولہ تعالیٰ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَکًا الخ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور بہ رعایت انتفاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا۔ اور اگر ایسا ہوا تو پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔ حضرت جی! سنئے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ اور ایسا ہی هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ اور ایسا ہی اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ اور ایسا ہی وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ الخ۔

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا انکا زمین پر ثابت کرتی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپ کے یہ ارواح کواکب زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں۔ یا متغیر نہ ہوں۔ جسم بلا روح کیسا قائم رہ سکتا ہے۔ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے اور یہ مہمان ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور سب حضار مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے ناواقف تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اُسکے بارہ میں آپ نے فرمایا فانہ جبرائیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم اور بخاری میں ابن عباس سے ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبرائیل اخذ براس فرسه علیه اداة الحرب یعنی آپ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔

زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت اور ملائکہ کو ارواح کواکب ماننے کی تردید

Marfat.com

اور وہ معلم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنکر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں آپکے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جسکو فرعون کے لشکر نے دیکھا اور سامری نے خاک اس کے گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی۔ اور وہ شخص خوبصورت دحیہ صحابی میں آتا تھا۔ اور ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے اور تمکو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو انکے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ سب ارواح کواکب تھے؟ معاذاللہ سے ومصطفٰی راجیائے "قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیئے۔ تا کہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنے مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔ **سوال**۔ آیۃ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ دال ہے وفات عیسٰے پر کیونکہ حسب مفاد اس آیۃ کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اسکو نکوس اور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ ہے (ایام الصلح)

جواب۔ اسی یا نوے سال کی قید جو آپنے لگائی ہے یہ کونسے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپنے آیۃ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کا مفہوم اسی یا نوے سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیۃ وَلَبِثُوا الخ تین سو نو برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سلا رہی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی عمر (۱۴۰۰) ایک ہزار چار سو سال اور حضرت آدم علیہ السلام کی ۹۳۰ سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی ۹۱۲ سال۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کی ۳۵۶ سال۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰ سال۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۲۲۳ سال۔ کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے۔ ہادی ہدایت کرے۔

سوال۔ آیۃ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ دال ہے وفات عیسٰی پر کیونکہ کسی جگہ میں ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی آخر الزمان وارد نہیں ہوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے اب اگر صعود الی السماء بھی مانا جائے تو حصر آیۃ باطل ہوتا ہے۔ **جواب**۔ مسیح بن مریم اس آیۃ کے دو شق میں سے وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں داخل ہے۔ اور ارذل العمر کے لئے حد معین نہیں نہ منصوص اور نہ عقلی۔

Marfat.com

تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علمائے طبعیین نے جو تحدید کی ہے اُسکو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون اُنکے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے اوپر مکشوف ہوا ہے علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بہ حد معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ آپ کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے۔ باقی رہا مسیح کا آسمان پر جانا سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات میں سے ہے۔ حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہیئے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں موجب ابطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب ابطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء (جو حالات متوسط میں سے ہے) بھی مخل حصر آیۃ نہیں ہو سکتا۔ ہادی ہدایت کرے۔ **سوال**۔ آیۃ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ اور ایسے ہی كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ نص صریح ہے موت عیسے پر کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایۂ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہو سکتا ہے؟ **جواب**۔ آیۃ مذکورہ سے مایۂ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ طعام کے معنے مَا يُطْعَمُ کے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ طعام کا معنے گیہوں۔ جَو وغیرہ حبوب نہیں۔ بلکہ یہ بھی منجملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپنے حدیث وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي متفق علیہ سُنی ہوگی وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جَو وغیرہ حبوب ارضی کے کسی اور چیز کی خورد و نوش سے سیر ہو رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گذارتا ہوں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وہ حدیث جسکو ابوداؤد اور امام احمد حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ. فَقَالَ يُجْزِيهِمْ مَا يُجْزِي أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ۔ راوی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ کیا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا آپنے فرمایا جسطرح آسمان پر رہنے والوں کا مایۂ حیات ذکر الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسیطرح مومنین بھی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کا ذکر کرینگے اور یہی ذکر انکا طعام اور مایۂ حیات ہوگا۔ انجیل متی اور لوقا۔ باب ۴ درس ۴ حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

کہ صحف انبیا گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسیطرح پر مرقوم ہے کہ خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔ انتہی۔ اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں۔ اُنکو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانون قدرت کے مرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اِس اُمت مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جنکا مائہ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہوگا۔ **سوال**۔ بحکم آیت وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔ چاہیئے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خورد و نوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے۔ **جواب**۔ حضرت عیسٰیؑ تو دنیا میں بھی بباعث زہد و فقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ آپ زمین پر اُنکا ادائے زکوٰۃ ثابت کریں۔ بعد اسکے آسمان پر ہم ثابت کر دینگے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے۔ جیسا کہ ایام الصلح میں آپ نے لکھا ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ "احیاء موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا الخ۔ مَیں متعجب ہوں کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کھیل اور لہو لعب کو اُس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ یہ مردوں کا قبر سے زندہ کر کے باذن خداوند نکالنا یہ بھی مسمریزمی طلسم آپ کے نزدیک ہوگا۔ تو پھر بِاِذْنِیْ لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لئے ہے کہ ایسے خارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر موہم الوہیت اس کا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنے والا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اسکی مثل لانے سے کیسے عاجز ہونگے

Marfat.com

علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم علیہ السلام سے معلوم نہیں کیا رنج ہے اُن کے معجزات منصوصہ سے کیا بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہو گئے ہیں۔ بالخصوص انکار معجزات عیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تاکہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کے معجزات میں کیونکر انکار ہوا۔ شاید تعلیم یافتگانِ لندن کا خیال ہے۔ **سوال**۔ آیۃ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ صریح ہے۔ وفات عیسٰے بن مریم میں۔ **جواب**۔ یہ دونوں یعنی اِنَّکَ مَیِّتٌ اور ایسا ہی وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تو اے حبیب صلعم فوت ہونیوالا ہے اپنے وقت معین میں۔ اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنیوالے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ نزول آیت کے وقت۔ اگر مرجانا انکا ضروری ہو تو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں۔ **سوال**۔ میت مشتق موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا بر آں چاہیئے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتی کہ مسیح بھی۔ **جواب**۔ قیام مبداء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ۔ **سوال**۔ آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ دلیل ہے وفات مسیح پر۔ **جواب**۔ یہ آیت سورہ نحل کی ہے جسکا نزول مکہ میں (زادہا اللہ شرفاً وتکریماً) ہوا ہے بناءً علیہ مراد مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہونگے یعنی اصنام اور بُت۔ نہ مسیح بن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے ابن عباس رض اَمْوَاتٌ کی تفسیر میں اَصْنَامٌ اموات فرماتے ہیں۔ **سوال**۔ عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو۔ بنا برآں چاہیئے کہ مراد مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتوں کے۔ تو پھر مسیح بن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔ **جواب**۔ معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ سے ہیں وہ بھی داخل اموات ہونگے۔ تو بحکم آیۃ مذکورہ روح القدس بھی مرگیا ہوگا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی۔ آپ پر۔ کیونکہ سلسلۂ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا۔ اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح بن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہیگا۔

سوال۔ آیۃ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ صاف شہادت دے رہی ہے وفات عیسٰی بن مریم پر۔

جواب۔ آپنے معنے خَلَتْ کے تُوُفِّیَتْ کے سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے

تو آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اور دوسری آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔ میں تناقض صریح ہوگا کیونکہ پہلے کا مفادیہ ہوا۔ سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہو گئی اور دوسری کا مفادیہ کہ سنّت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنے ہمیشہ بحالِ خود باقی رہتی ہے ۔

حضرت من! سنیئے۔ خَلَتْ مشتق ہے خلو سے جسکا معنے تنہا ہونا ہے جیسا کہ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور دوسرا معنے گذرنا بھی ہے اور یہ معنے صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے۔ کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرون خالیہ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں انکو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے۔ اب معنی آیت کا یہ ہوا۔ گذر چکے ہیں قبل اسکے صنعہ رسول۔ اور یہ دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں ان کو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم۔ محاورہ۔ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گذرا ہے یہ ہر دو صورت میں صادق ہے اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت

سه عیسیٰ بن مریم کا مستثنیٰ ہونا اثبات مدعا میں مخل نہیں کیونکہ واقعہ اُحد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برأت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے۔ اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شیٔ من الرسل بہالک۔ نقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کیلئے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں صورت استدلال بدول آیت کے لحاظ سے یہ ہے اَلْمَوْتُ لَیْسَ بِمُنَافٍ لِلرِّسَالَةِ لِاَنَّهٗ لَوْ کَانَ مُنَافِیًا لَمَا تُوُفِّیَ اَحَدٌ مِّنَ الرُّسُلِ لٰکِنَّهٗ الخ۔ الغرض مقصود کلام سے ابطال مزعوم مخاطبین کا ہے یا اثبات نقیض مزعوم کے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا لہذا اسکی تردید میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم موت سے بری نہیں۔ ہاں رسول ہیں اور رسالت منافی موت کے لئے نہیں۔ اگر منافی ہوتی۔ تو کوئی رسول نہ مرتا لیکن آپ سے پہلے کئی رسول مر چکے ہیں۔ لفظ (کئی رسول) اسلئے کہتا ہوں کہ آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کی مخصص ہے عموم اسکے لئے۔ استدلال صدیق الامۃ میں بھی اسیطرح سمجھیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعوم مخاطبین کا عدم تحقق وفات شریف کا ہے صدیق الامۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وفات شریف سے بخیال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو۔ رسالت منافی موت کی نہیں تمکو قرآن مجید کا مضمون بھول گیا کہ اگر منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپکے کوئی رسول نہ مرتا لیکن قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اس تقریر سے ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مقدمہ استثنائیہ ہے قیاس استثنائی کا نہ کبریٰ شکل اول کا جیسا کہ آجکل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوام ہیئۃ شکل اول سے مضمون ہی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر پر غرض صدیقی یہ ہوگی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل وفات پا چکے ہیں کیونکہ آپ رسول ہیں اور جو رسول پہلے گذرے سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسولوں کا مرجانا اسکا مقتضی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل ہی وفات پا دیں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتداء ولادت شریفہ سے موجود تھا تو چاہیئے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی۔ دفع استعجاب مخاطبین میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں۔ اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصوص علٰی نبینا وعلیہ السلام کیلئے بعد النزول) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ بطریق کلی صادق ہوگا۔ کوئی مسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیرہ تک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے اس مرحوم کو بعد انتساب اعتقاد ہذا ناحق مشرک ٹھہرایا۔ دیکھو قول جمیل بعد اظہار مقصود اس آیۃ کے ناظرین اس دھوکا سے جو مسلک العارف میں متعلق آیۃ ہذا کے مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

صیغہ تخصیلداری سے علیحدہ ہوکر زندہ موجود ہو جب بھی **سوال** ما بعد اسکے اَفَاِنْ مَّاتَ قرینہ ہے ارادہ معنے موت پر قَدْ خَلَتْ سے **جواب** - اَفَاِنْ مَّاتَ چونکہ مقابلہ اَوْ قُتِلَ کے واقع ہوا ہے لہٰذا مَاتَ سے مراد موت حتف انفہٖ ہوگی۔ یعنے اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے۔ جیب یہ خیال شریف میں متمکن ہو چکا تو آپ منصف ہو کر فرمادیں کہ اگر اَفَاِنْ مَّاتَ کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے ٹھہرائینگے تو ضرور قَدْ خَلَتْ سے بھی موت حتف انفہٖ مراد ہوگی۔ یعنی موت طبعی۔ تو لازم آئیگا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا کاذب ہونا کیونکہ سب انبیاء علیہم السلام موت حتف انفہٖ سے تو نہیں مرے۔ بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہوئے۔ اور اگر خلت سے معنے مطلق موت کا لیا بھی جائے تو آیت رفع مخصص ہوگی۔ عموم اس آیۃ اور اسکے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیۃ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اور نظائر جو اسکے ہیں ہو چکا۔ تو پھر عموم اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ مخصوص البعض ہے۔ یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں۔ بلکہ ماسوائے آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا ہی آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے اور اسکے نظائر سے چونکہ مسیح کا ابتک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اسکی نظائر سے مراد غیر مسیح ہوگا۔ اس آیت کی مفصل تشریح کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمادیں۔ مؤلف ایام الصلح اور ان کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعویٰ اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔ **سوال** - آیۃ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرارگاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیوٰۃ بسر کر رہا ہے۔ **جواب** - کرہ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اسکی کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جاوے جیسا کہ ملائکہ کے لئے موطن اصلی اور مقر طبعی افلاک ہیں۔ معہذا زمین پر بھی عارضی طور پر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے۔ اور اختصاص جو مستفاد ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ سے اثر ہے جعل تکوینی کا جسکا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک مابین مجعول اور مجعول الیہ کے متصور

Marfat.com

ہو سکتا ہے جیسا کہ وَجَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّہَارَ مَعَاشًا جبکہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گذارے اور دن نیند میں۔ دلیل عارضی ہوئی مجعول الیہ یعنی حیٰوۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد ازاں صعود اسکا بدلیل فَوَسْوَسَ لَہُمَا الشَّیْطَانُ فَاَخْرَجَہُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ الخ ہے۔ جب ابلیس بعد امر ہبوط کے پھر آسمان پر جا کر وسوسہ انداز آدم علیہ السلام کا ہوا تو بعض افراد نوع انسانی جنکا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اسکا صعود کسطرح ممتنع مانا جائے **سوال**۔ خاتم النبیین ہونا آپکا صلعم دلیل ہے وفات مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہو۔ اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کریگا **جواب**۔ بعد نزول در رنگ احاد اُمت ہی اُترینگے علم ازلی کا مسئلہ سنیئے۔ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقۃ۔ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجود فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں اسیطرح حق سبحانہٗ تعالےٰ ازل ہی قبل از وجود اُنکو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہے تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اُس کو جانتا ہے۔ **مسیح بن مریم** کی بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوئی ہے لہٰذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔ **سوال**۔ قصہ عود ایلیا بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے۔ یعنی ایلیاء کے دوبارہ دنیا میں آنیکا ذکر جو صحیفہ ملاکی باب ۴ اور آیت ۵ میں واقعہ ہے۔ عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اُسکا مثیل آئے گا سو وہ آگیا۔ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام۔ باب ۱۱۔ انجیل متی۔ اسی طرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے مَیں ہوں یعنی مرزا صاحب **جواب**۔ قصہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علت مثبتہ تو نہ ٹھہریگی۔ دیکھیئے لاکھوں نظیریں پیدائش افراد انسانی کی ہمارے زیر نظر ہیں۔ اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں دیکھو آدم اور حوا اور عیسےٰ علیہ السلام اس حکم سے خارج ہیں۔ ایسا ہی ایلیاء کا آنا در رنگ

Marfat.com

ظہور یحییٰ یہ ایک نظیر کسطرح پر نزول مسیح کو درصورت ظہور مثیل ثابت کرسکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور حدیث نے بالخصوص نزول مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات نزول مسیح دررنگ صورت مرزا صاحب نہیں کرسکتے۔ اثبات احکام بشہادت نظائر یہ اُس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص واردنہ ہوئی ہوں۔ وہ بھی حسب تخمین ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ اگر بالفرض نظیر کو مثبت حکم علیٰ سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنی ایلیا کا قصہ) جناب کے دعویٰ کو باطل کریگی اس لئے کہ ایلیا کا آنا دررنگ ظہور مثیل یعنی یحییٰ چونکہ مماثل اور مماثل لہٗ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کریگی۔ کہ مثیل مسیح بھی نبی وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السلام کے۔ آپ کو یا تو مثل یحییٰ علیہ السلام کے سلسلہ انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعود کرنے سے باز آئیں اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ منجملہ اوصاف ہے، تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہو۔ اور مسیح بن مریم بنفسہٖ نازل ہو کیا ضرورت ہے۔ کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر علماءُ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کو ہاتھ ڈالکر اپنے میں نبوت ثابت کرینگے۔ مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے کیونکہ وہی اشکال عود کریگا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے۔ تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں۔ والّا تو پھر اتحاد فی الحکم بھی ضروری نہیں۔ پھر اسبارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یحییٰؑ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے۔ اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحییٰ کا مذکور ہے۔ تو اب مناسب یہ ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جائے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے بالخصوص جب نبی اور ملہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم ازکم دونوں کو مساوی ٹھہراکر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہیگا۔

انتہٰی تطویل اور تضیع اوقات محض آپ کے لحاظ سے کیجاتی ہے۔ ورنہ اہل اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادت سیاق و تفاسیر صحابہ کے اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنے سے

Marfat.com

معلوم ہو چکی ہو۔ اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا
ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ
ہوں کیونکہ یہ توجہ مقید ہے اِن کُنتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ کے ساتھ۔ آپ اختلافات اناجیل سے
بخوبی واقف ہیں کیونکہ ہر وقت میں عرصۂ دراز سے استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ
ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں آثار صحابہ کو جو مروی باسانید صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایات اناجیل کیطرف متوجہ
ہو کر اکثر سائر اہل اسلام کو فرماتے ہیں کہ باعث اعراض ان علماء کا روایات اناجیل سے کیا ہے۔
بھلا واقعہ صلیب میں تحریف کرنیکا اہل کتاب کو باعث کون ہے میں عرض کرتا ہوں کہ واقعہ
صلیب تو بجائے خود رہا نبوت عیسٰی علیہ السلام کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت
کرنا چاہیں تو مشکل پڑیگی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم
بن یوشیا نے جس وقت صحیفہ ارمیا علیہ السلام کو جلایا تھا ارمیا علیہ السلام کے اوپر وحی نازل ہوئی
کہ لکھتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی ضد میں کہ اُس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا۔ اور عیسیٰ
علیہ السلام چونکہ اولاد یواقیم میں سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیئے کہ قائل جانشینی داؤد
کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اُٹھنا مسیح کا قبر سے۔ اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں
آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ایوب ساتویں باب درس ناتویں میں اپنی کتاب کے لکھتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵
ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسیکہ بقبر میرود برنمی آید) درس دسویں (بخانہ اش دیگر برنخواہد گردید
و مکانش دیگر وی را نخواہد شناخت) اور چودھویں باب کتاب اپنی میں درس بارھویں اور چودھویں میں لکھتا ہے
ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۸ (انسان میخوابد و نخواہد برخاست ما دامیکہ آسمان محو نشود بیدار نخواہد شد و از خواب
برنخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ میشود الخ) اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے
دوسرے عیسائی اسکو بعد تین دن کے زندہ ہو کر آسمان کی طرف چڑھنے کے قائل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے
اختلافات دوسری جگہ ناظرین ملاحظہ کرلیویں۔ اللہ جلشانہ نے اس امت مرحومہ کو بطفیل حبیب اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم ایسے اختلافات سے جو یہود و نصاریٰ میں چلے آتے تھے نجات بخشی جیسا کہ برأت مریم کی
[illegible] فرمائی ایسا ہی افتراء یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں انکو ٹھہرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا کہ مسیح کو تو ہم نے
[illegible] اسے بچا لیا یعنی آسمان کی طرف اُٹھا لیا انھوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا

Marfat.com

بڑا افسوس ہے کہ آج تک امت مرحومہ آیات بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو اور ایسا ہی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ
اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ان سب کو صحابہ سے لیکر علماء زمان تک بمکذب عقیدہ یہود اور نصاریٰ
ٹھہراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو جناب مرزا صاحب یہود اور نصاریٰ کے اقوال پر الٹ کر لیجاتے
ہیں اب ابن عباسؓ کا معنے اور قول قابل اعتبار نہیں رہا۔ چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ قصۂ
عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر۔ اور دوسرا نزول اُسکا معنے ظہور
مثیل اُسکے یعنی یحییٰ علیہ السلام۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کے لئے بجسدہ العنصری آسمان پر ہو سکتا ہے
کیونکہ دونوں مماثل شریک فی الثبوت ہیں۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نزول مسیح بمعنے ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب
نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب فرمائیے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کا فرد اہل اسلام کو فائدہ
بخشا یا آپ کو بلکہ الٹا ضرر ہوا کیونکہ آپ صعود للبشر بجسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا النظیر لہا سے جانتے
ہیں ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کر چکے ہیں
کہ ہمکو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصۂ عود ایلیا اگر قابل
تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کہ نزول مسیح کے بجسدہ العنصری قائل ہو جائیں۔ ورنہ تو استشہاد آپکا اس
قصہ سے کیا معنے رکھتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اپنے لئے میٹھا اور دوسروں کیلئے کڑوا۔ اور قصہ صعود ایلیا بجسدہ
العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اسکو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اس تاویل کو باطل کرتا
ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گذر جانا ندی سے جو اُسی قصہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین باب ۲
درس ۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا
اور وے دونوں خشکی میں پر ہو کے پار گئے۔ ۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا
کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے
ایسا کیجئے کہ اُس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ ۱۰۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا سو اگر
تو مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ ۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہی
وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھو کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے
اُن دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیا بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔ ۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا اے
میرے باپ میرے باپ اسرائیل کی رتھ اور اُسکی سواری سو اُس نے اُسے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں کو پکڑ کے پھاڑا

Marfat.com

اور انہیں دو حصے کیا۔ ۱۳۔ اور اس نے ایلیا کی چادر کو بھی جو اوس پر سے گر پڑی تھی اُٹھا لیا اور اُلٹا پھرا اور یردن
کے کنارے پر کھڑا ہوا۔ ۱۴۔ اور وہاں اس نے ایلیا کی چادر کو جو اس پر سے گر پڑی تھی لیکے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند
ایلیا کا خدا کہاں ہے اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر اُدھر ہو گیا اور الیسع پار ہوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ جناب مرزا صاحب نے قصہ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنے ظہور مثیل یعنے مرزا صاحب بنایا ہے۔ پہلا ٹکڑا اسکا مضر انکے پڑا۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا۔ یہ عادت آپ کی فقط قصہ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچا دیا کہ ہمارے دعویٰ کی شہادت ابن عباس کی تفسیر ہی ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ سے ۱۳۶ تک سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سنۃ اللہ اسیطرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اسکا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ پھر بعد اس سورۃ کے خدا تعالیٰ نے سورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے اُن سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اسکے کہ خدا تعالیٰ نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا جسکے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے پھر بعد اسکے آنیوالے زمانہ کیلئے خدا تعالیٰ سورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اِذَا زُلْزِلَتِ کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا تعالیٰ کی طرف سے معہ ہدایت پھیلانیوالے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ یعنی اُن دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے کہ زمین جہانتک اسکا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائیگی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائیگی اور خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کیساتھ حرکت میں آجائینگے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات خفیہ کو بمنصہ ظہور لائینگے اور جو کچھ انکے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ

Marfat.com

دلی و دماغی طاقتیں و لیاقتیں اُن میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائینگی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد
مصلح کے ساتھ آسمان سے اُترینگے ہر ایک شخص پر اسکی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالینگے یعنی نیک
لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے اور بُرے بُرے خیالوں میں۔ اور مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہیگا کہ یہ
عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اُس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال
باتیں کریگی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدائیتعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک
استعداد پر بحسب اسکی حالت کے اُتر رہی ہے اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائیگا تب خدائیتعالیٰ کے فرشتے
اُن تمام راستبازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دینگے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئیگا
تا کہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے۔ تب آخر ہو جائیگی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے
جسکی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جسکی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدائیتعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب
کر کے فرمایا انت اشد مناسبۃ بعیسے بن مریم واشبہ الناس بہ خلقا و خُلقا و زمانا۔ ہمارے
علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ در حقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت
زلزلہ آئیگا کہ تمام زمین اس سے زیر و زبر ہو جائیگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آ جائینگی اور
انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمیں باتیں کریگی اور اپنا حال بتائے گی۔
یہ سراسر غلط تفسیر ہے انتہی۔ ناظرین ذرہ اسکی تفتیش فرماویں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جن پر یہ
کلام پاک اُتری اُسکو کس طرح پر بیان فرمایا اور حاضران مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام نے
کیا سمجھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ای تحرکت من اسفلها و اَخْرَجَتِ
الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا یعنی القت ما فیها من الموتی یعنی یہی کرہ ارض بعد نفخہ ثانیہ قیامت برپا ہونے کے دن
ہلایا جائیگا اور اپنے بوجھوں کو یعنی مُردوں کو باہر نکالیگا۔ قرآن کریم کی آیت یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ
اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ اور ایسے ہی دوسری آیۃ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ
اس معنے پر جو ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے شہادت دے رہی ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دیگی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی سے ہونگے۔ پھر قاتل
اُس کو دیکھ کر کہیگا کہ اسکے لئے میں نے قتل کیا اور قاطع الرحم کہیگا اسکے لئے میں نے قطع رحمی کی اور سارق
آئیگا اور کہیگا اسکے لئے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا ہے پھر اسکو چھوڑ دینگے اور اس سے کچھ نہ لینگے۔ حدثنا واصل

Marfat.com

بن عبد الاعلی حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم
تلقی الارض افلاذ کبدھا امثال الاسطوان من الذھب والفضۃ فیجیٔ القاتل فیقول فی ھذا قتلت
ویجیٔ القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی ویجیٔ السارق فیقول فی ھذا قطعت یدای ثم
یدعونہ فلا یاخذون منہ شیئا (صحیح مسلم) وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ای استنکر امرھا
بعد ما کانت قارۃ ساکنۃ ثابتۃ وھو مستقر علی ظھرھا ای تقلبت الحال فصارت متحرکۃ مضطربۃ
قد جاءھا من امر اللہ تعالی ما قد اعدہ لھا من الزلزال الذی لا محید لھا عنہ ثم القت ما فی
بطنھا من الاموات من الاولین والآخرین وحینئذ استنکر الناس امرھا وتبدل الارض والسموت
وبرزوا للہ الواحد القھار۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ای تحدث بما عمل العاملون علی ظھرھا۔
یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دیگی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں فلانے نے یہ کام کیا فلانے نے یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعد پڑھنے اس آیت کے یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا کیا جانتے ہو تم کیا ہے اخبار
اس زمین کی صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسول اعلم ہے۔ آپ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دیگی ہر
غلام اور لونڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدا تعالیٰ کی) متعلق ان اعمال کے
جو انہوں نے اس طبقہ زمین کی پشت پر کئے تھے کہیگی فلاں عمل فلاں عمل فلاں دن میرے اوپر کیا
اسنے۔ قال الامام احمد حدثنا ابراھیم حدثنا ابن المبارک وقال الترمذی وابو عبد الرحمن
النسائی واللفظ لہ حدثنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن
یحیی بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ یومئذ
تحدث اخبارھا قال اتدرون ما اخبارھا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشھد
علی کل عبد وامۃ بما عمل علی ظھرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا وکذا فھذہ اخبارھا ثم قال الترمذی
ھذا حدیث حسن صحیح غریب وفی معجم الطبرانی من حدیث ابن لھیعۃ حدثنی الحرث بن یزید
سمع ربیعۃ الجرشی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحفظوا من الارض فانھا امکم وانہ
لیس من احد عامل علیھا خیرا او شرا الا وھی مخبرۃ۔ حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو اسلئے کہ
وہ ماں تمہاری ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اسپر عمل اچھا یا برا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی بِاَنَّ رَبَّكَ
اَوْحٰى لَهَا۔ قال البخاری اوحی لھا واوحی الیھا ووحی لھا ووحی الیھا واحد وکذا قال ابن عباس

Marfat.com

اوحی لہا ای اوحی الیہا ۔ وقال شبیب بن بشر عن عکرمۃ عن ابن عباس یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قال قال لہا ربہا قولی فقالت ابن عباسؓ آیۃ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم کریگا پھر وہ باتیں کریگی۔ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا۔ ای انواعا واصنافا مابین شقی وسعید مامور بہ الی الجنۃ ومامور بہ الی النار لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ای لیعلموا ویجازوا بما عملوا فی الدنیا من خیر وشر ولہذا قال فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹینگے تاکہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے دکھائے جائیں اسی لئے فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کریگا دنیا میں دیکھ لیگا اسکو قیامت کے دن (تفسیر ابن کثیر و درمنثور مع الاختصار) بعد اسکے بخاری اور مسلم اور مسند امام احمد اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیت کے یعنی فَمَنْ يَّعْمَلْ الخ اس تفسیر میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھ لیں سب کا خلاصہ ترغیب ہے عمل نیک پر تاکہ یوم الحساب کام آئے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض سے جو اس سورۃ میں مذکور ہے یہی کرۂ زمین مراد رکھا ہے اور اسی زمین کا متکلم ہونا باذن رب احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے اور مراد زلزلہ سے بھی جنبش اس کرہ کی متکلم یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اور سامع یعنی آنحضرتؐ کے نزدیک ہے جیساکہ آیۃ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ الخ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں۔ اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیساکہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے وہ میں عرض کر دیتا ہوں سورۂ قدر میں جو لیلۃ القدر ہے اسکو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا تا آپکا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے۔ ان کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سورۃ البینۃ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وہ کیا البینۃ خدا کے ہاں سے آگیا رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی **مرزا صاحب**۔ بعد ازاں سورۂ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالات موعودہ انسانی کے ظہور میں آگئے کسی کی حالت منتظرہ باقی

نہیں رہ گئی تو پھر نزول ملائکہ بیں سرانجام دینے کے لئے اس امر مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جسکا نزول لیلۃ القدر ممندہ میں ہوگیا ہے کیوں توقف ہو سرگز نہیں۔ بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آگیا اور دورہ کمالات نوع انسانی بھی پورا ہو چکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ بتمامہ ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہی یعنی اہل سعادت اور نیک فطرت اُس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لاکر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں آکر دوسرا گروہ حسب مضمون يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ کی پہلی سطر کے ابتداء میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تو اٹھے الخ) آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاوضہ اس فقرہ کے (شیطان کی ذریت) جزاء خیر عطا فرمائے۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشت نمونہ خروار ہے۔ باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یا بیان ہے بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ اقتباس الانوار کے صد ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے انکار کرنیوالے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بیشک وجوہ الفهم لا تنحصر فيما فهموه وعلم الله لا يتقيد بما علموه اسکے ہم بھی قائل ہیں۔ مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جائے۔

(العیاذ باللہ) فی فتح البیان۔ يكون الضابط فی صحته ان لا يرفع ظاهر المعانی المنفهمة عن الالفاظ بالقوانين العربية وان لا يخالف القواعد الشرعية ولا يباين اعجاز القرآن الى ان قال والا فهو بمعزل عن القبول۔ دوسری جگہ فتح البیان میں وكذلك اذا ثبت تفسير ذلك من الرسول صلى الله عليه وسلم فهو اقدم من كل شئ بل حجة متبعة لا يسوغ مخالفتها لشئ آخر ثم تفاسير علماء الصحابة المختصين برسول الله صلى الله عليه وسلم فانه يبعد كل البعد ان يفسر احدهم كتاب الله ولم يسمع فی ذلك شيئا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى فرض عدم السماع فهو احد العرب الذين عرفوا من اللغة دقها وجلها۔ انتهى۔

یعنی قبولیت معنی بطون قرآن کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول

Marfat.com

تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعد آپ صلعم کے صحابہ کرام کی۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے
قرآن میں تفسیر ابن عباس رض کی سراسر غلط ٹھہری۔ اور فقط مُتَوَفِّیکَ کے متعلق جو میتک ہے منظور ہوئی
وہ بھی آدھی۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کے متعلق جو ابن عباس رض سے باسناد صحیح تفسیر دُرِّ منثور میں مذکور ہے
اور ایسا ہی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث
نزول جو ابن عباس رض سے مروی ہیں۔ اور تفسیر سورۂ قدر اور سورۂ بیّنہ اور سورۂ زلزال بلکہ
جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف
ہیں۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے
کئے تھے جواب انکا لکھ چکا ہوں۔ بقیہ اعتراضات بہ نسبت انکے بہت ہی لغو ہیں۔ ناظرین
ادنیٰ توجہ سے دہوکا انکا سمجھ لیں گے۔ لہٰذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھکر اختتام ایک دو بات
ضروری پر کیا جاتا ہے۔ ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے
منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں۔ کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق دوسری
جگہ ملاحظہ فرمالیویں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات
تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت صلعم نے جس
جس شخص کو بقید تمام جس طرح فرمایا ہے۔ اسی طرح ظہور میں آیا سرِ مُو بھی تفاوت نہیں ہوا۔
پیشینگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دوسرے مقام پر
فرمادیں۔ اس دہوکا میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے اور احادیث نزول اور خروج کو
مکاشفۂ اجمالی پر در رنگ دیکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وبا کو بصورت عورت جو گرد اگرد مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً) کے
پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے
مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بناءً علیٰ ہذا بالفرض اگر احادیث نزول و خروج مکاشفہ
اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا خطاء فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں
حارج ہوگا۔ دوسرا یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں اور انکے ظہور کو زیر نظر رکھنا بہت کارآمد ہے
بہ نسبت اسکے کہ ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر قصۂ ایلیا شاہد لایا جاوے۔ کیونکہ اول تو وہ بباعث
تناقض قول یحییٰ اور عیسیٰ کے قابل اعتبار نہیں۔ دوسرا ہمکو آپ کی پیشینگوئیوں سے نظائر کا ملنا حفظ آپ ہی کے

کلام سمجھنے کے واسطے از بس ضروری ہے۔ اُمّ حرام جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسّم میں۔ مَیں نے عرض کی کہ باعث تبسّم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں متعجب ہوں اپنی اُمت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہونگے مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم میرے لئے خدا سے دُعا مانگیں کہ مجھکو بھی اُن میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا تو اُنہی میں سے ہے (بخاری عن انس بن مالک) اِس پیشینگوئی کا ظہور امیر المؤمنین عثمان رضؓ کے عہد میں وقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے واقع ہوا۔ اُن ایام میں اُمّ حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ اُمّ حرام کہتی ہیں کہ مَیں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے میری اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریگے اور اُن سے عمل جنّت کا واجب کرنیوالا صادر ہوگا۔ اُمّ حرام کہتی ہیں کہ مَیں نے عرض کی میں بھی اُن میں سے ہوں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تو اُن میں سے ہے۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا میری اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کرینگے اور اُنکو مغفرت دیجائیگی میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا آپ نے نہ (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی) حضرت عثمان رضؓ کے حق میں آپ نے فرمایا افتح لہ یعنی اُس کے لئے دروازہ کھول دے اور اُس کو جنّت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اُسکو پہنچے گی (بخاری و مسلم) ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کو۔ پھر حضرت عثمان رضؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ اُس فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائیگا۔ (ترمذی) آپ نے حضرت عثمان کو فرمایا کہ تو سورہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائیگا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیۃ پر پڑیگا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (حاکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضؓ کے ساتھ بحالت تنہائی ایّام مرض شریف میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عثمان رضؓ کا چہرہ متغیر ہوا۔ (ابن ماجہ) علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ وفات پائیگا تو جب تک امیر نہ کیا جائیگا۔ اور پھر رنگین کی جائیگی یہ یعنی ریش اسکے خون سے یعنی سر کے۔ (احمد) آپ نے اُمہات المؤمنین میں سے ایک کے شان میں فرمایا کیف احداکن اذا نبحت علیھا کلاب الحوئب یعنی کس طرح پر ہوگا حال ایک کا تمہارے میں سے جب آواز کرینگے اسپر کُتّے پانی بنی عامر کے جسکا نام حوئب ہے۔ (ابوبکر و ابویعلی و احمد وغیرہم) اور یہ لفظ ابویعلی کا ہے حضرت عائشہ کو جب حوئب کے کُتّوں کی آواز آئی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ لوٹاؤ مجھ کو۔ لوٹاؤ مجھکو سُنا مَیں نے رسول اللہ صلعم سے کہتے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قائم ہوگی قیامت جبتک نہ لڑینگے دو گروہ بھاری جنکے مابین قتل عظیم واقع ہوگا اور دعوے

دونوں کا ایک ہی ہوگا۔ (بخاری ومسلم۔ ابوہریرہؓ) یہ اشارہ ہے واقعہ صفین کی طرف اور (دعویٰ انکا ایک ہی ہوگا) اشارہ اسکی طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔ یہ قرآن صامت یعنی خاموش اور میں قرآن بولنے والا ہوں۔
ایسا ہی آپ نے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواترہ ہے اور علیؓ اس واقعہ میں بوقت معائنہ پیشینگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعینہ بغیر تفاوت سر موئے کے فرماتے تھے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری) یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپ نے وقت بیان پیشینگوئی کے علامت اسکی ایک سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہونگے) ذکر کی۔ علیٰ ہذا القیاس آپ نے امام حسنؓ سے اور ایسا ہی مقتول ہونے امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور واقعہ حرہ سے اور خروج عبداللہ بن زبیرؓ سے اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے خبر دی۔ حذیفہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ساتھ اللہ جل شانہ کے کہ نہیں چھوڑا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسیکو مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک اور پہنچتا ہے عدد انکا جو ساتھ اسکے ہونگے تین سو سے زائد کو مگر یہ خبر دی ہمکو اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے قبیلہ کے نام سے (ابوداؤد) اور خبر دی آپ نے ترکوں کی بادشاہی سے (طبرانی وابونعیم۔ ابن مسعود) اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی (الخصائص) اور فرمایا آپ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اسکے دونوں بازوؤں کو ملاحظہ فرما کر گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمربند اسکا اور تاج اسکا پہنے ہیں۔ امیر المؤمنین عمرؓ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا (ازالۃ الخفا)۔ آپ نے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر فرمایا۔
هل ترون ما اری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ محل وقوع فتنوں کے تمہارے گھروں کے درمیان مثل گرنے قطرات کے (بخاری۔ اسامہ بن زید) اور فرمایا آپ نے ایک یہودی کو بنی ابی الحقیق میں سے کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائیگا تو خیبر سے اور اونٹنی تیری بھگا لیجائیگی تجھکو راتوں پے درپے ایسا ہی ہوا۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے اسی پیشینگوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اسکو خیبر سے خارج کیا۔ اس نے عذر کیا کہ ابوالقاسم نے ہمکو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہمکو نکالتے ہو عمرؓ نے اسی آپ کے فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھولا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ نے ہنسی کے طور پر کہدیا تھا۔ عمرؓ نے غصہ میں آکر فرمایا کذبت یا عدو اللہ

Marfat.com

یعنی جھوٹ کہا ہے تو نے اے دشمن اللہ کے۔ ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ عمرؓ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپ کی پیشینگوئیوں کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے اور بے وجہ تاویل ابن یہودی کی طرح موجب غضب صحابہ کرام تھی۔ اسی طرح پر اور بہتیری پیشینگوئیاں آپ کی ہیں۔ جو بلا تخلف اور بلا تاویل ظہور میں آئیں۔ اور وہ دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیشینگوئیوں میں ام حرامؓ اور عثمانؓ اور حسنینؓ وغیرہ وغیرہ جو بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں۔ گو کہ بعض فقرات ماسوائے اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں۔ وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بناء اسکی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے۔ الغرض پیشینگوئیاں مذکورہ اور سب پیشینگوئیں جنکو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لائے ہیں کوئی انمیں سے شہادت اسکی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے۔ بلکہ مراد آپ کی وہی اشخاص ہیں جنکے نام ذکر کئے گئے اور بر وقت ظہور پیشینگوئی کے بھی انہیں کا حال ظاہر ہوا۔ خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمانؓ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل انکا۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ مجدد وقت ازالہ اوہام میں (جسکو ازادہ اوہام کہنا مناسب ہے) لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسےٰ کیونکر اٹھائے گئے۔ اور اتارے جائینگے۔ متعجب ہوں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہمارے عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی آیا وہ بھی دفع ایذا ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح پر تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلایا اور قیامت تک اسی طرح رہینگے۔ بائبل کو ملاحظہ فرمائیے۔ نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی۔ جس میں انواع حیوانات موجود تھے۔ وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲۱ سے ۷۲۵ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ اعداد آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں۔ اور یہی زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب وہ زمانہ آئے گا۔ تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائیگا چنانچہ اس زمانہ سے قرآن اٹھایا گیا۔ اب میں ان حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانیوالا ہوگا میں قرآن کو لے آیا ہوں۔ آپ بجا فرماتے ہیں مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ بمعنی مراد با عداد جفری ٹھہراتے ہیں یا بوضع لغت عربیہ۔

Marfat.com

ظاہر ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ دال ہے اس پر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان مراد شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیۃ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دلالت ظہور فساد بر جنگل اور دریا میں بحسب اعداد اس آیۃ کے نہیں کرتی۔ کیونکہ اعداد اسکے مطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں۔ تو چاہیئے کہ قبل از ۱۸۴۶ کے ظہور فساد نہ ہوا ہو۔ ایسا ہی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی بایں معنے کہ فرضیت نماز کی ۷۰۹ سال میں جو عدد ہیں اس آیۃ کے وقوع میں آئے اور قبل اسکے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اسکے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۸۴۶ سال ہی ہوں نہ کوئی اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصوص نہیں۔ اور جس آیۃ کو مرزا صاحب نے ذکر فرمایا ہے یعنی وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ معنے اسکا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر ہو جائیگا۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

ترجمہ۔ ہم نے آسمان سے پانی موافق اندازہ کے اُتارا اور ہم اسکے دور کر دینے پر قادر ہیں پھر ہم نے پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔ اُن باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

قرآن مجید کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جس کی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں بطور پر اگر مراد ماء سے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اُٹھایا جانا اسکا آسمان کی طرف ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت ہو گا کہ تمیز اعداد کی بالخصوص سال ہی لیوینگے اور لَقٰدِرُوْنَ سے جس کا معنے فقط قدرت رکھتے کا ہے معنے یہ لیوں کہ سنہ مذکورہ میں بالفعل متحقق کرنیوالے ہیں۔ یہ دونوں امر بلا دلیل تسلیم نہیں کئے جاتے۔ بالفرض اگر اُٹھایا جانا قرآن کریم کا آیۃ مذکورہ سے مانا جائے تو پھر دوبارہ لانا اسکا زمین پر کسی آیۃ سے ثابت نہیں ہو سکتا مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح کی طرح قرآن سے ثابت ہو گیا۔ بعد اُسکے اُترنا اس کا دنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اُسکے ثابت نہیں ہو سکتا جب احادیث متواترہ نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہوئے قرآن کو اُتار سکتی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپکے مدعا پر شاہد نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث لو کان الایمان معلقًا

Marfat.com

عند الثریا لناله رجل من فارس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا۔ تو وہ شخص سلمان فارسیؓ ہیں جنکی سوانحعمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتداء جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے اُنکے آپ نے فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بھیجدیا۔ اگر آسمان پر بھی ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں حالانکہ حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے۔ دجال کو قتل کرینگے اور چالیس سال تک قیام کرینگے۔ کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کرینگے۔ پھر موت پائیں گے۔ مسلمان حضرت عیسےٰ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جسکا نام مقعد ہو کا خلیفہ بنائینگے۔ جب وہ بھی مرجائیگا تو اسکی وفات کے بعد تیس سال پورے نہ ہوئے ہونگے کہ لوگوں کے سینوں میں سے قرآن اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابو الشیخ عن ابی ہریرۃ مرفوعا اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں +

اَحَادِیث خروج دجّال

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ماسال احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدجال اکثر مما سألتہ وانہ قال لی ما یضرک۔ قلت انھم یقولون ان معہ جبل خبز ونھر ماء قال ھو اھون علی اللہ من ذٰلک (بخاری مسلم) ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا۔ اور آپ نے مجھ کو فرمایا تجھ ضرر نہ دیگا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں اُسکے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا آپ نے وہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اس سے۔ یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اُسکے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو۔ بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دینگی۔ اس میں امتحان اور ابتلا ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہیگا اور کافر لغزش کھائیگا اسکا یہ معنے نہیں کہ اسکے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ (ملا علی قاری) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

کہ ذکر دجال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انکے بقولوں سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا دجال کا ایک شخص معین ہونا۔ نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ ورنہ آپؐ باوجود کثرت سوال مغیرہؓ کے جس سے مقصود اسکا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔ عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کرام کے ساتھ جس میں عمر بن الخطاب بھی تھے ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ اُس وقت بنی مغالنہ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور اُن ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔ اُس کھیل کی حالت میں آپؐ کے تشریف لیجانے سے غافل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اُس کی پیٹھ پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اُس نے دیکھ کر کہا۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ امیین کے رسول ہیں (یعنی عرب کے) پھر ابن صیاد نے کہا۔ کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپ نے اُس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا امنت باللہ ورسولہ۔ پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو اُس نے کہا کہ مجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھوٹ۔ آپ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ مل گیا ہے۔ فرمایا آپؐ نے میں نے تم سے کچھ چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ اُس نے کہا دُخ ہے۔ آپ نے فرمایا اِخْسَأْ۔ دور ہو تو (یہ کلمہ عرب زجر اور کسی کو ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑھیگا تو اپنے قدر سے۔ عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھ کو اذن اسکی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو تو اسپر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو اسکے قتل میں تجھکو کچھ فائدہ نہیں۔ راوی حدیث کا ابن عمر کہتا ہے بعد اسکے تشریف لیگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا۔ آپ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سُنیں قبل اسکے کہ وہ آپ کو دیکھے۔ اور وہ اپنے بستر پر پڑے ہوئے لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے آپ کو خرما کے درخت کے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا۔ اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ اُس کا نام تھا) یہ محمدؐ ہیں۔ پھر رک گیا ابن صیاد یعنی اپنی گن گناہٹ سے۔ آپ نے فرمایا۔ کاش کہ وہ اگر چھوڑ دیتی تو اس کو تاکہ کچھ بیان کرتا عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر بار بتعالے

کی ثنا کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا۔ ولکن میں تمکو اسکے بارہ میں ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزّہ ہے (بخاری۔ مسلم)

جاننا چاہیئے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض علامات دجال کے جن کا آپ کو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں۔ جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپؐ نے فرمایا تھا۔ کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ بعد ازاں ایک لڑکا کانا ہوگا۔ اس کا باپ قد کا لمبا۔ خشک گوشت ہوگا۔ چونچ جیسی اسکی ناک ہوگی۔ اسکی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنتہ) ابو بکرہ صحابی کہتے ہیں۔ ہم نے سُنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں اور زبیر بن العوام مل کر گئے۔ سب علامات اس میں اور اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپ نے فرمائی تھیں۔ یہ حُلیہ دجال جس سے آپ نے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر معہ والدین اُس کے منطبق پایا۔ تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اس لئے عمرؓ نے اُس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ و انما صاحبہ عیسےٰ بن مریم والا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلا من اھل العھد۔ یعنی اگر یہ دجال ہے۔ تب تو تُو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسےٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لیجانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ابن صیاد کی طرف بخیال اسکے کہ شائد دجال ہو کیوں جاتے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ دجال کا قاتل بغیر عیسےٰ بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً) میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں۔ جیسا ازالہ میں اسی امر کو حضرت عمرؓ کے حلفی بیان سے اور ابن عمر کے اس قول سے کہ ما اشك ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیئے اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ سو سال پہلے آپ یعنی مرزا صاحب سے فوت ہوچکا ہے **نتیجہ تیسرا** اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنے ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر لینا شاید اسکا اذن طلبی ہے عمرؓ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں اور آپکا بیان کہ قاتل اسکا عیسےٰ بن مریم ہوگا تو اسکو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپؐ یوں فرماتے کہ اے عمرؓ! دجال کو تو دلائل اور بینات سے ساکت کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اُسکو جان سے مارا جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ بیان حلفی عمرؓ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمر کا مقولہ کہ ما اشک الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں یہ دونوں اُسی بنا پر تھے جو اوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علامات مبینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب ان کو اور علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق و ارض خراسان سے نکلنا۔ مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً میں داخل نہ ہو سکنا۔ ک۔ ف۔ ر۔ پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اُسکا مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے تو عمرؓ اس پہلے عقیدہ سے باز آگئے۔ مرزا صاحب ازالہ میں بیان حلفی عمرؓ سے جسکی بنا انکے زعم پر بھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک فرمان کا یعنی وانما صاحبہ عیسےٰ بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لئے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیئے بتائیں وہ کہاں ہے۔ مگر خیال یہ نہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں اور مزعومی قول عمرؓ کو جس سے عمرؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آگئے تھے محکم پکڑ لینا اور محکم وانما صاحبہ عیسےٰ بن مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اسکے لئے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسیٰ بن مریم کیلئے ناجائز قرار دیے گئے تھے۔ یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود ہونے سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کسکو اُٹھانے پڑے۔ عمرؓ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے۔ جو ابن عباسؓ سے مروی ہے قال خطب عمر بن الخطاب وکان من خطبتہ وانہ سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم و بالدجال و بالشفاعۃ و بعذاب الخ حضرت عمرؓ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک گروہ جو رجم

Marfat.com

اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔عہد خلافت اپنی میں اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد) یہ بھی ایک پیشینگوئی ہے عمرؓ سے درباره پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ اور مرزائیہ کے۔عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جس شئے کی نسبت کہتے کہ میں اُسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی۔قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمر کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدریؓ کو مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا یعنی ابوسعید خدریؓ کو کہا۔میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔کیا تمنے نہیں سُنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ دجال لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے۔اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلم ہوں اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا اور میں اب مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں۔بعد اسکے ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا۔قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اسمیں کہ میں جانتا ہوں مولد یعنی محل پیدائش اُسکی کو اور مکان اُسکے کو۔اور کہاں ہے وہ۔یعنی فلانی جگہ۔اور اسکے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس نے اشتباہ میں ڈال دیا۔الخ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبداللہؓ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو۔تو جابر بن عبداللہ نے بجواب اُسکے کہا۔میں نے سُنا ہے عمرؓ کو حلف اُٹھاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپنے حلف سے اُسے روکا نہیں (بخاری مسلم) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنے کی بنا حضرت عمرؓ کے حلف پر تھی۔اور انکی حلف اپنے زعم پر کیونکہ قبل از سننے سب علامات کے انکو بباعث انطباق اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا۔اور آپؐ کا عمرؓ کو نہ روکنا حلف سے اسلئے ہوا کہ انہوں نے اپنے غالب ظن کے مطابق حلف اُٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعویٰ اُلوہیت کے محتمل تھا یعنی آپؐ اور صحابہؓ کو یہ احتمال بھی ہوا کہ شاید مثلاً ک۔ف۔ر۔ کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اسکے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر وغیرہ وغیرہ کا ہونا اُسوقت ہونگے جب اُس نے دعویٰ خدائی کا کیا۔یہ احتمال اُسکے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی اُسکے بارہ میں متردد رہے۔الحاصل ابن صیاد میں اور اُسکے ماں باپ میں چونکہ وجود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا۔اور جو موجود نہیں تھے اُنکا وجود بھی اُس کی

Marfat.com

حین حیات تک محتمل رہا۔ لہٰذا اُسکے بارہ میں متردّد رہے۔ قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مرگیا۔ ناظرین!
یہی ہے وجہ تردّد کی ابن صیاد کے بارہ میں۔ ازالہ اوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دھوکا نہ کھانا اور
احادیث صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث سے غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے
تمکو آیات اور احادیث کے اُلٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کونسے فائدے کی اُمید ہے۔ اور یہ بھی آپ
معلوم کرچکے ہونگے کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ
علامات بہ سبب از قبیل تخیل اور امتحان خداوندی ہوں گے۔ نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلاء دجال موصوف
بصفات مذکورہ ہوناکہ شریک حق جلشانہٗ کا سمجھا جائے۔ یہ امور محض امتحاناً بدبختوں کے
خیال میں ایسے نظر آئینگے۔ مرزا صاحب نے انکو واقعی سمجھکر احادیث دجال کے معتقدین کو مشرک ٹھہرایا۔
اور اُردو خوانوں کم علموں کو ایسا دھوکا دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہوگئے۔ کسی میں تحریف
اور کسیکی تغلیط۔ وہ خواب جسکی تعبیر مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں
استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں
مخالف اس سے قتل ہوجاتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں۔)
شاید اسکی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتھ میں مراد اس سے قوت دراکہ جو تیز ہے جیسی تلوار کی دھار تیز
ہوتی ہے۔ دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔ قوت دراکہ کی تیغ جب آیات
کی طرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد شارع تھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف چلتی
ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مارے جاتے ہیں۔ تعجب ہے
کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپکا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہوچکا ہے
لا المہدی الا عیسٰی کو لاتے ہیں۔ جسکی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرہم
ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۱ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دیکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت سے
تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پہ۔ اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے
ہے مطابق حدیث لا المہدی الا عیسٰی بن مریم کے یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں
جو مثیل ہوں متصرف ہوگی۔ انتہی بالغرض۔
میں کہتا ہوں آپ مصنف کتاب مذکور جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اسی صفحہ میں اس طور پر

Marfat.com

موصوف کرتے ہیں۔ کہ "ازاکابرصوفیہ مناخرین بودہ میفرماید"۔ اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اُسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شیخ محمد اکرم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نقل اس قول کے یا بیں لفظ فرماتے ہیں" "وایں مقدمہ بغایت ضعیف است"۔ اور صفحہ ۳ ۴ اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں۔ "وایں رد است مرقول کسے راکہ میگوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است و تمسک میکند بایں حدیث کہ لا المھدی الا عیسی ابن مریم و جواب ایں حدیث حمل است بر حذف لا المھدی بعد المھدی المشھور الذی ھو من اولاد محمد وعلی علیہ السلام الا عیسیٰ علیہ السلام" انتہیٰ۔ اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی کو جسکا نام آپ نے نشان آسمانی رکھا ہے۔ مہدی وقت اور عیسٰے کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے۔ مزید برآں موجب تعجب یہ ہے کہ "مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہر دو را شہسوار مے بینم"۔ واؤ جو مہدی وقت اور عیسٰے کے درمیان ہے اُس کو واؤ تفسیر ٹھہرایا۔ اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ "ہر دو را" جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لا المھدی الا عیسٰے کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسٰے بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا۔ مرزا صاحب کو کیا فائدہ؟ احادیث نزول اور ظہور دجال اور مہدی متواترۃ المعنےٰ ہیں۔ مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کے دہوکا میں نہ آنا چاہیئے۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۔ اور دلیل اُنکے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسٰے علیٰ نبینا و علیہ السلام کی ہے (۲۳) "تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔" (۲۴) "کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔" (۲۵) "دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں" (۲۶) "پس اگر وے تمہیں کہیں۔ دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو مت مانو" (۲۷) "کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا"۔ اس میں مرزا صاحب کا جواب کہ "جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں"۔ نہایت ہی سست اور نکما ہے کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور علامات لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔ ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ سب احادیث صحیحہ متواترہ اُسی مسیح بن مریم کے آنے سے خبر

دے رہی ہیں جو بنی وقت تھا۔ اور اُسکے زمانہ نزول کے علامات مذکرہ بالا ابھی موجود نہیں مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ "مسلمان کم از کم میرے قول کو حسن ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔ جناب! ہم کو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت بر خلاف آپکے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانیکا انتظار نہ کیجئے۔ تقصیر تحریف آیات و احادیث بارگاہ الٰہی سے معاف کرانیکا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ میں سچ کہتا ہوں آپنے معتقدوں کیلئے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کئے ہیں کہ ضروری وجود حشر وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائینگے ازالہ میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھکر (کہ قریب تر بامن اور نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) انکو خوش تو فرمایا ہے مگر آپنے انکیلئے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے۔ کہ قبل از وقوع شئے اُسکے ساتھ ایمان نہ رکھنا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکے ہزاروں نظائر پیشینگوئیوں کے بعینہٖ اُسیطرح ظہور میں آئے بشہادت حلفی بیان فرمائیں۔ بناءً علیہ عذاب قبر و سوال منکر نکیر و حشر وغیرہ امور و لجنۃ الایمان میں انکو مذبذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشا ہے۔ رسولوں علیہم السلام کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا۔ ازالہ صفحہ ۶۹۔ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ازالہ صفحہ ۶۲۸ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم۔ دجال۔ یاجوج ماجوج۔ دابۃ الارض۔ دجال کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو۔ ازالہ صفحہ ۶۹۱ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کو دھوکا لگ جاتا ہے (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا صاحب) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جن کو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا یعنی کلام ربانی جو کیوں پہروں سے بحفظ تام انہیں تک پہنچائی جائے۔ انکا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ۔ اور جنکے یہ نشان نہیں انکا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ کے صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اُس سختی اور غضب الٰہی سے بچینگے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے جنکے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ ورسولہ کا ہم بصدق دل پڑھتے ہیں۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ الخ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم النبیین جانتے ہیں لہٰذا آپکو عبدہٗ و رسولہٗ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

ازالہ کے صفحہ ۱۵۵ میں آپ فرماتے ہیں۔ اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ آسمان سے اُترتے آوے۔

Marfat.com

تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب ملکر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں۔ اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے! اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی اور ضرور ہے کہ خدا اُسے روکے رہے جبتک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں جنکا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔ ازالہ ص ۲۶۳۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اُتار لو اگر سچے ہو" اُسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا۔" ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صٰدقین۔ ہم کہتے ہیں کہ اسکا علم بجز خدا جلشانہ کے اور کسی کو نہیں منکرین جب معائنہ کرینگے اُنکے منہ برے ہو جائینگے اور اُنکو کہا جائیگا یہ ہے وہ جسکو تم مانگتے تھے۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔ فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل ھذا الذی کنتم بہ تدعون۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے۔ کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بھی موجود ہو چکے۔ میں کہتا ہوں ناظرین کو ماقبل سے واضح ہو گیا کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جسکا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا! اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی" میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپنے لگادی یہ منافی ہے لا یجلیہا لوقتہا الا ھو کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی اور اُس حدیث معراج کے جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ بخاری میں عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتدائے پیدائش سے لیکر انتہا تک فرمایا حتی کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا بایں ہمہ شفقت آپ قیامت کے بارہ میں اسطرح مامور ہیں۔ قل انما العلم عند اللہ اور بجواب سوال جبرائیل یوں فرماتے ہیں ما المسئول عنہا باعلم من السائل کسی جگہ آپنے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار سال تک تو منتہی ہے بعد ازاں وقوع اسکا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں۔ اُردو خوانوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دھوکے کیا کیا مضامین اُلٹ پلٹ کر کے سناتے ہیں! اللہ حافظ ہو اور حدیث الدنیا سبعۃ الاف سنۃ وانا فی اخرھا الفا بر تقدیر صحت کے مراد آں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے آجتک

Marfat.com

چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے۔ کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں (مولانا رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اَقُولُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اس کا مشارک فی جمیع الاوصاف والاحکام ہوتے ہیں ودونہ خرط القتاد۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دیکھو آیۃ کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ جو اسی حدیث میں مذکور ہے! اعادہ اور بدء الخلق مغائر فی الکیفیت ہیں محض بہ سبب اشتراک دونوں کے حیز قدرت میں کلمہ کما اطلاق کیا گیا! ایسا ہی حدیث بشر میں بیان اشتراک فی وصف البرأۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات۔ اور باقی استشہادات کے اجوبہ دوسری جگہ ملاحظہ کئے جائیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

تمت

یقول مصححہ الحافظ **الغازی** عفی عنہ حمدا لمن انعم علینا باظہار الحق فی معنی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ علی وجہ ماجاء بہ احد ونجانا من شبہات مرزا صاحب قادیانی علی لسان العلامۃ الفاضل والولی الکامل معدن العلوم الظاہریۃ ومنبع الفیوض الباطنیۃ حاج الحرمین الشریفین سیدنا السید الجلیل ومرشدنا سید پیر **مہر علی شاہ** ساکن گولڑا شریف افاض اللہ علینا من برکاتہم وصلوۃ وسلاما علی من قال یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ **اَمَّا بَعْد** فقد تم بحمدہ تعالی طبع الکتاب المستطاب المسمی **بشمس الہدایۃ** طبع اولی فی شہر رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۷ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الوف من الصلوۃ والاف من التحیۃ۔

تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (مترجم)
قیمت صرف تین ۳ روپے

مکتوبات طیبات
قیمت
تین ۳ روپے

فتاویٰ مہریہ
قیمت
تین ۳ روپے

Marfat.com

اعلان

اکثر علمائے عظام نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد شنیعہ کی تردید میں بہت عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بلکہ کئی اور ذریعوں سے بھی اپنے سچے دین محمدیہ کی حمایت کر کے مسلمانوں کو قادیانی صاحب کے مصنوعی الہاموں وغیرہ دہوکوں سے بچا کر مستفید فرمایا۔ مگر بخیال بندہ آیت کریمہ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور ایسے ہی بعض دیگر مقامات کی پورے طور سے مفصل کسی صاحب نے تشریح نہیں فرمائی تھی۔ جس کیلئے میں نے اور میرے چند احباب نے عالیجناب مولینا و مرشدنا جناب سید حضرت خواجہ پیر مہر علیشاہ صاحب دام فیوضہم کی خدمت بابرکت میں اس بارہ کچھ لکھنے کے واسطے عرض کی۔ چنانچہ حضرت صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے بہ نظر فائدہ اسلام قبول فرماکر اردو میں مطابق قرآن کریم و حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام شمس الہدایتہ فی اثبات حیات المسیح رکھا گیا۔ پس اہل انصاف و اسلامی ہمدردوں سے اُمید کی جاتی ہے۔ کہ وہ ضرور اسے ملاحظہ کرنے کے بعد اپنے سچے عقیدہ محمدیہ پر اپنی محبت و حمایت کو قائم رکھیں گے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کا راہ راست پر آنا بوجہ ان کے اپنے عجوبہ الہامات کے مشکل معلوم ہوتا ہے وہ بیچارے اب اپنی ہٹ دھرمی سے بھی مجبور ہیں۔ خداوند کریم ان پر رحم فرماوے ؂

مرزا صاحب یا ان کا کوئی رفیق رسالہ ہذا کا جواب لکھنا چاہے تو بے شک لکھے۔ مگر تہذیب اور قرآن کریم و حدیث شریف کی پابندی اس پر ضروری اور لازم ہو گی ؂

خادم اسلام

مولوی محمد غازی عفی عنہ حال وارد لاہور

قاضی محمد نور عالم عفی عنہ

اللہم اغفر لکاتبہ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں بلا اجازت کوئی نہ چھاپے

قال اللہ سبحانہ تعالیٰ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً

ہذہ العجالۃ من تصنیف
زبدۃ المحققین ورئیس العارفین مولانا حضرت
خواجہ سید پیر مہر علیشاہ قدس سرہ

المسماۃ بہ

شمس الہدایۃ

فی اثبات

حیات المسیح

اس رسالہ میں آیۃ مذکورہ سے مرفوع ہونا مسیح علیہ السلام کا آسمان پر بجسدہ العنصری قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے جسمیں بغیر رفع جسمی کے اور کوئی احتمال نہیں بن سکتا اور استشہادات مرزا صاحب سے بطریق ادب جواب دئے گئے ہیں

وما ینطق عن الہویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ

۱۹۶۲

حسب فہمائش حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب [illegible]

بار چہارم تعداد ۲۰۰۰

ہدیہ ایک روپیہ پچاس پیسے

(سول اینڈ ملٹری پریس راولپنڈی میں طبع ہوا)

Marfat.com